• تصوّف کے ایک بنیادی نکتہ سے متعلق اہم ہدایات
• سالکینِ راہ تصوّف کی پریشانیاں دُور کرنے اور انہیں
تصوّف کے کمال تک پہنچانے والی کتاب

سُلوکِ کامِل

از افادات
حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

جمع و ترتیب
جناب حضرت محمد اقبال قریشی صاحب مدظلہم

حکیم الامت اکیڈمی
تھانہ بھون ضلع شاملی، یوپی انڈیا

نام کتاب : سُلوکِ کامِل

از افادات : حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

قیمت برائے قارئین : فہرست کتب ملاحظہ فرمائیں

سن اشاعت : جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

ناشر : حَکیمُ الاُمّت اکیڈمی
تھانہ بھون ضلع شاملی، یوپی انڈیا

زیر انتظام : مولانا اشرف علی تھانوی فاؤنڈیشن ٹرسٹ
محلہ گھیر، عید گاہ روڈ، تھانہ بھون، شاملی

رابطہ : سید حذیفہ نجم تھانوی
+91-9568780000, 9675780000

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون

کتب خانہ امداد الغرباء، محلّہ مفتی، سہارنپور

مکتبہ مدنیہ، سفید مسجد، دیوبند

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

نحمدہٗ ونُصلّی ونُسلّم عَلٰی رسولہ الکریمo
وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ واولیآءہٖ اجمعین o وبارک
وسلّمَ تسلیماً کثیراً کثیراo
اما بعد !

یہ بات شک وشبہ سے بالا تر ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرّہٗ نے راہ سلوک کی دشواریوں کو جس قدر سہل اور آسان فرمادیا ہے کہ اب سالکینِ کو کہیں بھی کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آسکتی ۔

اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو کہہ سکتے ہیں راہ کو منزل بنادیا

چنانچہ خود ارشاد فرمایا اس طریق میں دشواری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی حقیقت سے بے خبری ہے، حقیقت معلوم ہوجانے کے بعد اس سے زیادہ سہل اور آسان کوئی چیز نظر نہیں آتی، لوگوں نے فن نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس کو ہوّا بنا رکھا ہے اور ایسی بُری طرح تصوّف کو پیش کیا ہے کہ بجائے رغبت کے لوگوں کو وحشت ہوگئی، حالانکہ تصوّف صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے، ایک اختیاری ہے، ایک غیر اختیاری، اختیاری کو لے لو غیر اختیاری کے درپے نہ ہو بس یہ ایک چھوٹی سی اور مختصر بات ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج:۱، ص:۴۶)

حضرت حکیم الامتؒ کے مسلکاً سب سے بڑے مخالف کے مرید یا معتقد نے یوں کہا ''انہوں نے جو مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کا بیان فرمایا ہے یہ مسئلہ صدیوں سے مخفی تھا کسی کو اس کا علم نہ تھا۔'' (تفصیل کے لئے دیکھو: القول الجلیل ص ۶، ملفوظ نمبر ۴) حالانکہ حضرت حکیم الامتؒ نے مسئلہ اختیاری اور غیر اختیاری کو سلوکِ کامل فرمایا ہے چنانچہ

ارشاد ہے:

''یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے سے وقت خراب ہوتا ہے اور وہ کام نہیں ہوتا اور ہو بھی کیسے؟ وہ تو غیر اختیاری ہے، انسان اختیاری کام کرے، غیر اختیاری کو چھوڑے، یہی کام کرنے کا سہل طریق ہے۔ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ نصف سلوک ہے بلکہ اور ترقی کر کے کہتا ہوں کہ کُل سلوک ہے، حقیقت سے بے خبری کے سبب لوگ مشکلات اور دشواریوں میں پڑ گئے چنانچہ ایک شعبہ اس کا غیر اختیاری کے درپے ہونا بھی ہے حالانکہ تصوّف سے سہل اور آسان کوئی چیز بھی نہیں۔'' (الافاضات الیومیہ ج:٦، ص ١٢٤)

البتہ سالکین کو سمجھنے میں یہ دشواری پیش آسکتی تھی کہ آیا یہ امر اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟ چنانچہ حضرت حکیم الامّت مولانا تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مواعظ وملفوظات اور تصانیف ومکتوبات کے بحرِ بیکراں ذخیرہ سے ان موتیوں کو یکجا پرونے کی کوشش کی گئی ہے کہ آیا یہ امر اختیاری ہے کہ غیر اختیاری؟ ان جزئیات کی تفصیل کے ساتھ رسالہ ہٰذا میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ کسی ایک امر کا ایک درجہ اختیاری ہے اور بقیہ غیر اختیاری۔ اس کے علاوہ آخر میں حضرت حکیم الامت کا ایک طویل ملفوظ ''خیر الاختبار فی خبر الاختیار'' درج کیا گیا ہے جسے سیّدی ومرشدی حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرّہٗ بانی ومہتمم خیر المدارس ملتان نے ضبط فرمایا۔

رسالہ کو دلچسپ بنانے کے لئے آخر میں مسئلہ امور اختیاری وغیر اختیاری سے متعلق عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب قدس سرّہٗ کا منظوم کلام شامل کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ اب عمل کے لئے کسی قسم کی کوئی دشواری محسوس نہ ہوگی۔ باقی رہ گیا نفسِ انسانی جس کے بارے میں یہ کہنا بجا ہے۔

ع تو ہی اگر نہ چاہے تو حیلے ہزار ہیں

باقی دل سے دعا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو رسالہ ہذا سے کماحقہ استفادہ اور عمل کی توفیق عطا فرمائیں، اور حُسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازیں، آمین۔

خاکپائے اہل اللہ
بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہٗ
جامع مسجد تھانیوالی، ہارون آباد
ضلع بھاولنگر
۳۰ر صفر المظفر ۱۴۲۵ھ

باب اول

اُمورِ اختیاری وغیر اختیاری کے بیان میں آیاتِ مبارکہ

حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(۱) مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ

(البقرہ، آیت:۱۰۶)

ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کے مثل لے آتے ہیں۔

ف:- اس آیت سے اس طرف بھی اشارہ سمجھا جاتا ہے کہ جو وارد بلا اختیار عبد زائل یا مغلوب ہو جائے حق تعالیٰ اس سے بہتر یا اس کی مثل عطا فرما دیتا ہے، پس بندہ کو اس پر حسرت نہ کرنا چاہیئے۔

(۲) وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ ؕ وَسۡئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۝

(النساء، آیت:۳۲)

اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعض پر فوقیت بخشی، مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصّہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصّہ ثابت ہے، اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

ف:- (۱) اس میں نہی ہے اس سے کہ فضائل غیر اختیاریہ کے درپے ہو کہ اس سے سخت تشویش پیدا ہوتی ہے جو کہ توجہ الی المقصود سے مانع ہوتی ہے۔

(مسائل السلوک، مسائل تصوّف قرآن کی روشنی میں، ص:۱۲۴)

ف:-(۲) خلاصہ تعلیم کا یہ ہوا کہ امورِ غیر اختیاریہ کی تو تمنّا بھی نہ کرو، اور امورِ اختیاریہ میں ہمت کرو، اور یہ وعدہ یاد رکھو کہ کسی کا عمل ضائع نہ ہوگا، کیسی پاکیزہ تعلیم ہے اور یہ تعلیم سالکین کے لئے نہایت کارآمد ہے، سالک کو چاہئے کہ ہر وقت اس کو پیشِ نظر رکھے، یہ ایک بڑا بھاری دستور العمل ہے کہ جو بات اس کے اختیار میں نہ ہو اس کے درپے نہ ہو، اور جو بات اختیار میں ہو اس میں ہمت کرے مثلاً ذکر و شغل اختیاری ہے، جس قدر اس کا مربی تعلیم کرے، اس کی پابندی رکھے، اور ذوق و وجد اختیاری نہیں، اس کے پیچھے نہ پڑے۔ (کساء النساء ملحقہ مواعظ حقوق الزوجین، ص:۲۸۲)

(۳) وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَايَشَآءُ وَيَخْتَارُ ط (القصص، آیت:۶۸)

اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔

ف:- یعنی حق تعالیٰ کا سا اختیار کسی کا نہیں اور وہ اختیار مستقل ہے، اور اپنے اختیار کے غیر مستقل ہونے کا علماً و عملاً مستحضر رکھنا یہی جبر محمود ہے۔

(مسائل السلوک یعنی مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں، ص:۲۱۹)

(٤) وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ط قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى إِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ج (الاعراف، آیت:۲۰۳)

اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیجئے کہ میں اس کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے۔

ف:- اس میں تصریح ہے کہ امورِ غیبیہ غیر اختیاری ہیں اس لئے کہ وہ کمالِ اتباع ہے وحی کا، اس کے ہوتے ہوئے کرامات کی تلاش جہل ہے۔

(مسائل السلوک یعنی مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں، ص:۲۱۲)

(٥) وَنَزَعْنَا مَافِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ج (الاعراف، آیت:٤٢)

اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے، ان
کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

ف:- روح میں ہے کہ ان کے قلوب میں جو بمقتضائے طبیعت بعض معاملات دنیویہ کے سبب کچھ مخفی عداوت وکینہ تھا وہ نکال لئے جائیں گے اس سے ثابت ہوا کہ جو کینہ طبعی غیر اختیاری ہو وہ دخولِ جنت سے مانع نہیں۔

(مسائل تصوّف قرآن کی روشنی میں، ص:۱۹۲)

(٦) وَلَا تَخَافِيُ وَلَا تَحْزَنِيُ ج (القصص ، آیت:۹)
اور نہ تو اندیشہ کرنا اور نہ غم کرنا۔

ف:- اختیاری خوف وحزن سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے

جس خوف وحزن سے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ممانعت کی گئی بوجہ منہی عنہ ہونے کے وہ یقیناً اختیاری تھا، جو احتمالاتِ مضرت سے پیدا ہوتا تھا لیکن بعض اوقات اس عقلی اختیاری میں طبعی غیر اختیاری ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اور اس صورت میں وہ اس سے بچنے کا اہتمام نہ کرتیں، اس لئے ان کو اس سے ممانعت کی گئی تا کہ اس کے اختیاری ہونے پر متنبہ ہو کر اس سے بچنے کا اہتمام کریں، اس سے ثابت ہوا کہ عقلی غیر اختیاری کبھی طبعی غیر اختیاری کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے۔

(مسائل السلوک من کلام ملک الملوک، مسائل تصوّف قرآن کی روشنی میں، ص:۲۱۳)

(۷) فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى
(طٰهٰ ، آیت : ۷۰)

بس جادوگر سجدہ میں گر گئے کہ ہم تو ایمان لے آئے ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر۔

ف:- اس میں دلالت ہے اس پر کہ عملِ اختیاری توفیق پر موقوف ہے۔

(مسائل السلوک ملحقہ مسائل تصوّف قرآن کی روشنی میں، ص:۳۴۱)

مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور

(۸) وَاِنْ تُبْدُوْا مَافِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ۔

(البقرہ، آیت:۲۸٤)

اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔

ف:- مراد اس سے وہی خیالات ہیں جو قدرت واختیار میں ہوں، مثلاً یہ کہ آپ کی وسعت میں ہے کہ ایک خطرہ قلب میں آئے اور آپ اس کو ہٹا کر دوسرے خیال میں لگ جائیں اب دوسری طرف توجہ کرنے کے بعد بھی اگر وہ پہلا خیال رہے تو یہ بے اختیاری ہے۔

اور جو درجہ بے اختیاری ہے اس کے لئے حدیث میں اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْر یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے جو وساوس دل میں آئیں معاف فرمایا ہے۔

یہ ہے اس کی تفصیل، باقی یہ سمجھنا کہ دل پر اختیار نہیں، بالکل غلط ہے اور اسی غلطی نے لوگوں کو رذائلِ قلب کے ازالہ سے مایوس کر دیا ہے، مثلاً یہ بات انسان کے قبضہ میں ہے کہ نماز میں کھڑا ہو اور قلب کو اس کی طرف متوجہ کرے، مگر اس کی پرواہ نہیں، کیونکہ اس کو اپنے جہل سے غیر اختیاری سمجھے ہوئے ہیں۔

(الھویٰ والھدیٰ ملحقہ مواعظ آداب انسانیت، ص:٦٩)

باب دوم

امورِ اختیاری وغیر اختیاری کے سلسلہ میں احادیثِ مبارکہ

(۱) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلْبُ الْعَبْدِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ۔

(مسلم من حدیث عبد اللہ بن عمروؓ)

بندہ کا دل حق تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

ف:- اس حدیث میں بعض احوالِ قلبیہ کا مطلقاً غیر اختیاری ہونا اور بعض کا اختیار مستقل کے اعتبار سے غیر اختیاری ہونا مذکور ہے، اور انگلیوں کے معنی کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے۔ (التشرف بمعرفة احادیث التصوّف ، ص:٤٦)

(۲) اذا رجف قلب المؤمن فی سبیل اللّٰہ تحانت خطایاہ‘ کما یتحانت عذق النخلة (طبرانی کبیر) عن سلیمانؓ (حسن)

جب جہاد میں مؤمن کا قلب (خوف سے) کانپنے لگے (مگر جہاد کو ترک نہ کرے) تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ (خشک ہوکر) جھڑ جاتی ہے۔

ف:- اس میں اس (مسئلہ) کی تصریح ہے کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں اگر چہ ظاہراً نقص ہو، اور یہ فن کے نہایت ضروری مسائل میں سے ہے۔ وجہ دلالت ظاہر ہے کہ دل کا کانپنا علامت ہے بزدلی کی جو کہ ظاہراً نقص ہے، لیکن اس پر اجر ملتا ہے جب عمل ترک نہ کرے۔

(۳) اذا مرض العبد او سافر کتب اللّٰہ تعالیٰ لہ من الاجر مثل ما کان یعمل صحیحا مقیما۔

(مسند امام احمدؒ بخاری) عن ابی موسیٰ (صحیح)

بندہ جب بیمار ہو جاتا ہے یا سفر کرتا ہے اور اس وجہ سے اس کے معمولات میں کچھ کمی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسا ہی اجر لکھتے ہیں جیسا وہ صحیح اور مقیم ہونے کی حالت میں عمل کرتا تھا، (اور ثواب پورا لکھا جاتا ہے)۔

ف:- اس میں وہ مضمون ہے جس سے مشائخ طالبوں کو ان کی غیر اختیاری کوتاہیوں میں تسلی دیتے ہیں کہ ایسی تقصیرات مقصود میں مخل نہیں۔ (اور ایسی کمی سلوک

میں مضر نہیں) اور طالبین کو ان تقصیرات پر رنج کرنے سے منع نہیں فرماتے کیوں کہ ایسا رنج قلب کو ضعیف کر دیتا ہے اور ضعفِ قلب طریق میں سب سے زیادہ مضر ہے کیونکہ بڑا مدار طریق کا ہمت اور عزم پر ہے۔(التّشرف ، ص:۳۰۹)

(٤) ثلث لا زمات لامتی سوء الظن و الحسد و الطیرة فاذا ظننت فلا تحقق و اذا حسدت فاستغفر الله و اذا تطیرت فامض ابو الشیخ فی التوبیخ (طب) عن حادثة بن النعمان (ض) وفی روایة ثلث لم تسلم منها هذه الامة الحسد و الظن و الطیرة الاانبئکم بالمخرج منها اذا ظننت فلا تحقق و اذا حسدت فلا تبغ و اذا تطیرت فأمض(ستته فی الایمان عن الحسن مرسلاً۔)

تین چیزیں ہیں جو میری امت کے لئے بھی لازم ہیں کیونکہ عادۃً یہ امور طبعیہ ہیں بجز معصوم کے اوروں کا ان سے سالم رہنا بعید ہے (کذا قال الحفنی) جب خیر الامم بھی اس سے سالم نہیں تا بدیگراں چہ رسد اسی کو میں نے ترجمہ میں لفظ بھی سے ظاہر کر دیا، ایک بدگمانی (کہ قرائن سے کسی کی نسبت پر خیال آجائے) اور (دوسری) حسد (کہ کسی صاحبِ نعمت کو دیکھ کر نا گواری ہو، خصوصاً جب اس سے کچھ رنج بھی پہنچا ہو) اور (تیسری) بدشگونی یعنی جن امور کو عوام موجب نحوست سمجھتے ہین ان سے دل میں کھٹک ہو جانا کہ شاید ایسے امر کے پیش آجانے سے اپنے مقصد میں ناکام رہیں۔

مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ یہ امور تمثیلِ طبیعات کے غیرِ اختیاری ہیں، اس لئے ان پر تو ملامت اور مواخذہ نہیں، آگے ان پر جو بعض اوقات امورِ اختیاریہ مرتب ہو جاتے ہیں، ان کا علاج فرماتے ہیں چنانچہ ایک روایت میں اس طرح

ہے کہ کیا میں تم کو اس خطرے سے نکلنے کا طریقہ نہ بتلا دوں (جس چیز میں خطرہ ضرر کا ہو اس چیز سے بچنے کا طریقہ یہ بھی اصطلاح طبی میں علاج ہے) پس (وہ علاج یہ ہے کہ) جب تم کو کسی کے ساتھ بُرا گمان پیدا ہو اس کو محقق مت سمجھو (نہ علماً کہ اس کا یقین کر لو نہ عملاً کہ اس کا تجسس کرنے لگو، یا اس کو زبان پر لاؤ یا اس پر کوئی سزا وغیرہ دینے لگو خصوص یہ سمجھ کر کہ میں مومن کامل ہوں، میری فراست صادق ہے، کذا قال الحفنی کیونکہ اول تو اس کے صاحبِ فراست ہونے کی کوئی دلیل نہیں، دوسرے ایسے امور میں فراست یا کشف والہام حجت نہیں) اور جب تم میں حسد پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو (کیونکہ حسد کا حاصل اعتراض ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے حکیم ہونے پر کہ مستحق کو نعمت نہ دی، غیر مستحق کو دیدی اس سے استغفار کرو، کذا قال العزیزی اس استغفار سے استحضار ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ کے حکیم ہونے کا تو حسد مضمحل ہو جائے گا، اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے گی، تو استغفار کی حکمت یہ ہے گو محض حسد کے غیر اختیاری درجہ سے گناہ نہ ہوا تھا، لیکن استغفار فی نفسہٖ بھی ذکر و طاعت ہے اور اس حالت کے مناسب ہے، اس لئے اس کی تخصیص کی گئی) اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں حسد پیدا ہو تو حد سے آگے مت بڑھو (یہ آگے بڑھنا دو طرح سے ہے یا تو اس کے عیوب و نقائص تلاش کرنے لگے، جب اس سے زیادہ قدرت نہ ہو یا اس پر ظلم و زیادتی کرنے لگے جب کہ اس پر قدرت ہو، حاصل مشترک دونوں کا یہ ہے کہ حسد کے مقتضائے اختیاری پر عمل کرنے لگے حدیث میں بغی کا لفظ ہے جس کے معنی حد سے بڑھنا اور تلاش کرنا اور زیادتی کرنا ہے، میں نے پہلا ترجمہ اختیار کیا کیونکہ دوسرا تیسرا ترجمہ اس کے افراد ہیں اس میں سب کی رعایت ہوگئی)، اور جب بدشگونی کا خیال پیدا ہو تو اس کام کو کر گذرو (یعنی ترک مت کرو کیونکہ ترک کرنا اس کے مقتضاء پر عمل کرنا ہے جو اختیار سے ہے اس پر گناہ اور ملامت ہے)۔

ف ا۔ اس حدیث سے ایک بڑا مسئلہ طریق کا ثابت ہوا کہ امور غیر اختیاریہ نقص نہیں، ان پر غم نہ کرے البتہ اس کی کوشش کرے کہ وہ امور اختیاریہ قبیحہ تک

مفضی نہ ہوجائیں۔خلاصہ یہ کہ کیفیات وانفعالات پر ملامت نہیں، اعمال واقوال پر مواخذہ ہے۔

ف۲۔ اس حدیث میں جن تین چیزوں کو بمنزلہ امر طبعی فرمایا ان میں سے دو چیزوں کی طبیعت ظاہر ہے کہ امورنفسانیہ میں سے ہیں مگر بدشگونی کوئی امرنفسانی نہیں، محض خیالات کا اثر ہے، اورخود یہ خیالات امورِطبعیہ نفسانیہ نہیں، اسی لئے اہل تطیر میں عموم تو کیا کثرت عددیہ بھی نہیں، پھر بدشگونی کومثل امرِ طبعی کے کیسے ارشادفرمایا گیا، یہی سوال ابوداؤدوترمذی کی روایت میں بھی ہے جس میں بعد حدیث مرفوع الطیرۃ شرک کے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول مروی ہے:

وما منا (احد) الا (یعرض له الوهم) ولكن الله يذهبه بالتوكل ۔(مشكوة باب الفال والطيرة)

اس میں بھی عموم عرفی کا حکم کیا گیا ہے جو مشاہدہ کے خلاف ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عموم ایک قید کے اعتبار سے ہے یعنی جن لوگوں پر زمانہ اعتقادتطیر کا گذرا ہو ان کے لئے ایسے اوہام کا بے اختیار آجانا بالعموم عرفی عام ہے، جیسے اکثر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کہ ان پر زمانہ قبل اسلام ایسا ہی گذر چکا تھا اوران حضرات کا ان خیالات کی مقاومت کرنا نہایت کمال ہے، اورجن پر ایسا زمانہ ہی نہیں گذرا ان کا خلوان خیالات سے کچھ بھی کمال نہیں کیونکہ اس کے اسباب ہی معدوم ہیں جیسے کسی ایسے نومسلم کا جو کہ قبل اسلام گوشت سے متنفر تھا، بعد اسلام گوشت کھانا کمال مجاہدہ ہے اوراس سے ان اوہام سے خالی رہنے والوں کی فضیلت بھی اوہام آنے والوں پر لازم نہیں آتی۔

(التّشرف بمعرفة احاديث التّصوّف ص۳۷۸ تا ص۳۸۰)

(۵) تجد المومن مجتهدا فيما يطيق متلهفا على مالا يطيق (حم) فی الزهد عن عبيد بن عمير مرسلاً ۔(ح)

تو مومن کو اس حال میں پائے گا کہ (جوعمل) اپنی طاقت میں ہو اس میں کوشش کرتا ہے اور جو اپنی طاقت میں نہ ہو اس پر افسوس

کرتا ہے۔

ف: - اس سے دو امر ثابت ہوئے ایک یہ کہ امور اختیار یہ میں طاقت، ہمت اور کوشش سے کام لینا چاہئے، دوسرا یہ کہ امور غیر اختیار یہ میں اپنے کو تعب میں نہ ڈالنا چاہئے اس کے فوت ہونے پر حزن کافی ہے مگر اس حزن کے درجات ہیں ایک حزن معتدل جو اس عمل کے محبوب ہونے سے اور اپنے عاجز ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو محمود ہے کہ عمل حسن کی محبت لوازم ایمان سے ہے اور اپنے عجز کا مشاہدہ عبدیت کا شعبہ ہے، دوسرا درجہ حزن مفرط جس سے قلب میں پریشانی پیدا ہو کر یاس کا غلبہ اور ہمت میں ضعف ہو جائے یہ مذموم ہے کہ مخل ہے عمل میں جو کہ مقصود تھا اور حق تعالیٰ سے رجاء و محبت کے تعلق کا ضعیف کرنے والا ہے اور اس کا ممنوع ہونا نصوص میں وارد ہے مثلاً لیلۃ التعریس میں غزوہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے جب باوجود کافی انتظام بیداری کے صبح کی نماز آپ ﷺ کی اور سب ہمراہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی قضا ہو گئی اور صحابہؓ نے افسوس ظاہر کیا، چنانچہ انہوں نے متاسف ہو کر کہا قد فرطنا فی صلوتنا یعنی ہم نے اپنی نماز میں (بڑی) تقصیر کی تو آپ ﷺ نے تسلی کے لئے فرمایا: لاتفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ یعنی سونے میں کوئی تقصیر نہیں، تقصیر تو بیداری کی حالت میں ہے، اور جب آپ ﷺ نے ان کو پریشان دیکھا تو ایک روایت میں ہے کہ: وقد رائ فزعھم تو فرمایا رویدًا رویدًا لا باس علیکم یعنی سکون سے رہو سکون سے رہو کچھ مضائقہ کی بات نہیں اور آپ ﷺ نے مزید تسلی و ازالۂ قلق کے لئے فرمایا: انا بحمد اللّٰہ لم نکن فی شئ من امور الدنیا یشغلنا عن صلوٰتنا ولکن ارواحنا کانت بید اللّٰہ تعالیٰ فارسلھا متی شاء اور یہ بھی فرمایا: فان ھذا منزل حضرنا فیہ الشیطان جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم بحمد اللہ کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ تھے جو ہم کو ہماری نماز سے غافل کر دے، لیکن ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں تھیں اس نے جب چاہا چھوڑ دیا، اور یہ ایک ایسی منزل ہے جہاں ہمارے پاس شیطان آ گیا (اس نے سلا دیا یعنی ہم نے اپنے اختیاری انتظام میں کمی نہیں کی مگر غیر اختیاری اسباب

سے نماز قضا ہوگئی جس میں اکتساب کے درجہ میں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ پہرہ دار مقرر کئے گئے تھے شیطان کی تھپکی دینا سبب ہوا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جاگنے کے لئے نوافل پڑھنے کھڑے ہوگئے تھے شیطان نے وسوسہ ڈال کر لٹا دیا، بچہ کی طرح ان کو تھپکتا رہا یہاں تک کہ وہ سو گئے، اور ایک روایت میں ہے انہوں نے احتیاطاً اپنی کمر اپنے کجاوے سے لگالی تھی، اور مشرق کی طرف منہ کرلیا تھا کہ صبح صادق کو دیکھتا رہوں گا، مگر آنکھیں بند ہوگئیں، لیٹنا اسی کو کہا گیا یا غلبہ کے بعد لیٹ گئے ہوں اور تخلیق کے درجہ میں اللہ تعالیٰ کا ارواح کو منقبض کرلینا سبب ہوا جیسا اوپر گذرا یعنی جب یہ قضا ہوجانا ہمارے اختیار سے نہیں ہوا تو زیادہ پریشان نہ ہونا چاہئے۔ تو دیکھئے اس واقعہ میں آپ ﷺ نے زیادت قلق سے منع فرمایا اور زیادت کی قید کے دو قرینے ہیں ایک تو یہ کہ نفس حزن کو تو خود اس حدیث میں ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے تو تطبیق کے لئے اس قید کی ضرورت ہے، دوسرا قرینہ یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذاق ایمانی نفس قلق سے تو ان کو خالی کر ہی نہیں سکتا آپ ﷺ کے ارشاد کے بعد زیادت کو سکون ہوگیا، اسی مذاق پر نظر فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادت کی قید الفاظ میں نہیں لگائی اور آپ ﷺ نے جو شیطان کے آجانے کو سبب فرمایا تو اس کے آجانے کا اثر حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ہوا کہ باوجود ارادہ یقظہ کے پھر سو گئے، بقیہ جماعت کی نوم طبعی تھی، اور یہ شبہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک تو نہ سوتا تھا پھر آپ ﷺ کیوں نہ اٹھے؟ اس طرح مدفوع ہے کہ آپ ﷺ کا نوم مثل نعاس کے تھا کہ ناقص وضو تو نہ ہوتا تھا مگر ہوش بھی نہ رہتا تھا اس لئے وقت کا اندازہ نہ ہوا۔ اور یہ سب روایات جمع الفوائد باب وجوب الصلوٰۃ اداءً وقضاءً میں ہیں۔ (التّشرف ص ۳۷۱ تا ص ۳۷۳)

باب سوم

امور اختیاری وغیر اختیاری سے متعلق ایک جامع اُصول

انسان صرف اختیاری امور کا مکلّف ہے غیر اختیاری امور کا مکلّف نہیں، لہٰذا

اختیاری امور میں تو بہ تکلّف ہمت اور استعمال اختیار سے لے اور غیر اختیاری امور کے نہ تو درپے ہو اور نہ ان کی فکر میں پڑے۔

عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب رقمطراز ہیں کہ ''اگر کوئی اسی ایک اصول پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہے تو دین و دنیا دونوں کی صلاح وفلاح حاصل ہو جائے، اور پریشانی پاس نہ پھٹکے۔'' یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا واضح فرمایا ہے کہ صدیوں سے اس کا ایسا عام وضوح[1] نہ ہوا تھا اور اس سے اتنا کام لیا ہے کہ ہزاروں مشکلاتِ طریق[2] اس کے ذریعہ سے حل فرمادی گئی ہیں، جب کوئی طالب اصلاح اپنے کسی عیب کی اصلاح چاہتا ہے تو حضرت والاؒ سب سے پہلے اُس سے یہی سوال فرماتے ہیں کہ اختیاری ہے کہ غیر اختیاری؟ اگر وہ کہتا ہے کہ اختیاری ہے تو فرماتے ہیں کہ جس چیز کا فعل اختیاری ہے اس کا ترک بھی اختیاری ہے۔ ہمت کر کے اختیار کو، استعمال میں لاؤ اور چھوڑ دو۔ اگر وہ کہتا ہے کہ غیر اختیاری ہے تو اگر وہ دراصل غیر اختیاری ہوا تو فرماتے ہیں کہ غیر اختیاری کا آدمی مکلّف ہی نہیں، پھر اس میں دینی ضرر ہی کیا ہوا جو اس کا علاج پوچھا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے لکھا کہ یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ اس میں بوجہ غیر اختیاری ہونے کے دینی ضرر کوئی نہیں، لیکن تکلیف اور پریشانی تو ہے اور یہ بھی قابلِ علاج ہے، اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ تکلیف اور پریشانی کا علاج میرے ذمہ نہیں ورنہ کل کو پھر یہ بھی کہنا کہ صاحب میرے پیٹ میں درد ہے جس سے بڑی پریشانی ہے، اس کا بھی علاج بتایا جائے۔

فضول گوئی کا علاج

اسی طرح ایک صاحب نے فضول گوئی کا علاج پوچھا تو حسبِ معمول[3] یہی

---

[1] روشن ہونا [2] راہ تصوّف کی مشکلات [3] عادت کے موافق

سوال فرمایا کہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟ انہوں نے لکھا اختیاری ہے لیکن سہولت کی تدبیر ارشاد فرمائی جائے، تحریر فرمایا کہ کس کس چیز کے سہل (آسان) ہونے کی تدبیر پوچھو گے اور اس حدیث کے کیا معنی کہو گے "حفت الجنة بالمکارہ" جنت سختیوں (یعنی ایسے امور جو نفس کو سخت ناگوار گذرتے ہیں) سے گھری ہوئی ہے۔

اسی طرح ایک صاحب نے لکھا کہ احقر کے اندر ربط وضبط بڑھانے کا مہلک اور شدید مرض ہے، اس عادت کو بہت چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن نہیں چھوٹتی، حالانکہ یہ امر اختیاری ہے؟ اس کا ضابطہ کا جواب تو یہی تھا کہ ہمت سے کام لو، لیکن چونکہ انہوں نے اپنی سی کوشش کرنے کے بعد عریضہ لکھا تھا اس لئے جواب تحریر فرمایا کہ اصل علاج تو ہمت ہے مگر اس کی اعانت کے لئے نفس پر کچھ جرمانہ مقرر کیا جائے کہ جب خلافِ عہد ہو تو اتنی نوافل یا اتنے پیسے ادا کئے جائیں۔ (اشرف السوانح، ج:۲، ص۱۹۹-۲۰۰)

اختیاری اور غیر اختیاری اُمور کی چند مثالیں

وسوسے لانا اختیاری ہے اس سے اجتناب کرے اور وسوسے آنا غیر اختیاری ہے اس کی کچھ پرواہ نہ کرے، البتہ آئے ہوئے وسوسوں کو اختیاراً باقی رکھنا بوجہ اختیاری ہونے کے مذموم ہے۔ اسی طرح ذکر وتلاوت ونماز میں دل لگانا اختیاری ہے، دل لگنا غیر اختیاری ہے اپنی طرف سے دل لگنے کے اسباب کو جمع کرے، پھر بھی اگر دل نہ لگے تو بے دل لگے ہی عمل کو بہ تکلف کرتا رہے، اسی طرح میلان الی المعاصی (گناہوں کی طرف مائل ہونے) کا غم نہ کرے کیونکہ میلان غیر اختیاری ہے، البتہ اس میلان کے مقتضاء (تقاضا) پر عمل کا صدور نہ ہونے دے جو اختیاری ہے، محض میلان پر کوئی مؤاخذہ نہیں بلکہ عمل پر ہے۔ (اشرف السوانح، ج:۲، ص:۲۰۵)

دیگر عنوانات امور اختیاری وغیر اختیاری

ا۔ عقلی اور طبعی:- انسان عقلی امور کا مکلّف ہے کیونکہ وہ اختیاری ہیں، طبعی امور کا مکلّف نہیں کیونکہ وہ غیر اختیاری ہیں۔

چنانچہ ایک طالب نے لکھا کہ پہلے صبح کی نماز قضا ہو جاتی تھی تو مجھ کو بہت رونا آتا تھا، لیکن اب کچھ رنج نہیں ہوتا دل پر سیاہی معلوم ہوتی ہے، اس پر تحریر فرمایا کہ رنج طبعی مقصود نہیں، رنج عقلی مقصود ہے، وہ حاصل ہے، چنانچہ رنج نہ ہونے پر افسوس ہونا یہ رنج عقلی کی علامت ہے۔

۲۔اعمال و احوال:- اعمال مقصود ہیں احوال مقصود نہیں کیونکہ اعمال اختیاری ہیں احوال اختیاری نہیں، گو احوال محمودہ محمود ہیں لیکن مقصود نہیں، کیونکہ وہ اختیاری نہیں، نہ ان کا حصول لازم اور نہ ان کی بقاء دائم اگر حاصل ہوں شکر کرے لیکن کمال نہ سمجھے، اگر نہ حاصل ہوں یا حاصل ہو کر زائل ہو جائیں تو غم نہ کرے، ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل اور ایمان ہے۔

۳۔افعال اور انفعالات:- طریق میں افعال کا اعتبار ہے انفعالات کا اعتبار نہیں، لہٰذا افعال کا اہتمام چاہئے جو اختیاری ہیں، انفعالات کے درپے نہ ہونا چاہئے جو غیر اختیاری ہیں۔

۴۔مقصود اور غیر مقصود:- شعبہ باطن میں مقصود مقامات ہیں یعنی اعمال اختیاریہ نہ کہ احوال غیر اختیاریہ۔

مثلاً کوئی اپنی بیداری کی حالت کو درست نہ کرے اور خواب میں اپنے آپ کو عرش و کرسی کی بھی سیر کرتے دیکھے تب بھی اس کو ذرّہ برابر قرب نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی کی بیداری کی حالت بدرجہ مطلوبہ درست ہے تو چاہے اپنے آپ کو خواب میں دوزخ میں دیکھے پھر بھی وہ مقربِ ہے لیکن اس سے خواب کی نفی مقصود نہیں بلکہ عوام نے جو خوابوں کو جو مبشرات کے درجہ سے بھی آگے بڑھا دیا، اس سے متنزل (گھٹانا) کرنا ہے، کشف اور احوال و مواجید وغیرہ راہِ سلوک میں کوئی چیز نہیں، بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع طریق ہو جاتی ہیں ان کا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے لوگ خواہ مخواہ ہوس کیا کرتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو سواری (گاڑی) میں سفر کر رہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلّی پہنچتی ہے اور جس کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص خوب سیر کرتا ہوا

راستہ کے مناظر دیکھتا ہوا ٹونڈلہ اٹاوہ وغیرہ بیچ کے اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلّی پہنچا، دوسرا شخص اسپیشل ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کانپور سے جو چلا تو دھڑ دھڑ سیدھا دلّی میں آکر اترا، اب اس کو راستہ کے مناظر کی کچھ خبر نہ ہوئی، نہ بیچ کے اسٹیشنوں کا کچھ پتہ چلا، اگر وہ دوسرے شخص سے راستہ کے مناظر اور اسٹیشنوں کا حال سُن کر یہ استدلال کرے کہ میں دلی پہنچا ہی نہیں کیونکہ یہ چیزیں مجھے راستہ میں پڑی ہی نہیں تو یہ اس کی ناشکری اور لاعلمی ہے کیونکہ وہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار ہوکر جو سواری گاڑی سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے، چند گھنٹوں میں دلی پہنچ گیا، دوسرا شخص بہت دیر میں پہنچا کیونکہ وہ سواری گاڑی میں آیا جس کی رفتار بہت کم تھی، اور راستہ میں جگہ جگہ ٹھہرتی ہوئی بھی آئی، بلکہ سواری گاڑی والے کے لئے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش ونگار کو دیکھ کر وہیں نہ اتر پڑے اور اس کو عمر بھر دلّی پہنچنا ہی نصیب نہ ہو، اسی طرح بعض سالکین انوار ہی کو مقصود سمجھ کر انہی میں مشغول رہتے ہیں آگے نہیں بڑھتے، اسی لئے بلا کشف وکیفیات وغیرہ کے جو سلوک طے ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے، کشف وغیرہ بعض صورتوں میں نہایت خطرناک ہوتا ہے چنانچہ ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی قدّس سرّہٗ فرماتے تھے کہ حجابِ نورانی حجابِ ظلمانی سے بھی زیادہ اشد ہیں، کیونکہ حجاب ظلمانی میں تو سالک کو اس وجہ سے کوئی دھوکہ نہیں ہوتا کہ اس کا مخل مقصود ہونا بالکل ظاہر ہے، بخلاف حجابِ نورانی کے کہ اس کی نورانیت سے دھوکہ کھا کر سالک اسی کو مقصود سمجھنے لگتا ہے۔ (اشرف السّوانح، ج:۲، صـ۲۰۴ تا صـ۲۰۸ ملخصاً)

خلاصہ یہ ہوا کہ اعمال اختیاریہ کا اہتمام واجب ہے اور ثمرات آجلہ یعنی جزا کے لئے دعا بھی جائز ہے اور اہتمام بھی واجب ہے، اور ایک احوال غیر اختیاریہ ہیں یعنی ثمرات عاجلہ ان کے لئے صرف دعا جائز ہے۔ ان کا اہتمام بھی جائز نہیں دعا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ عدم[1] عطا پر بھی راضی رہے۔

---

[1] عطا نہ ہونا

باب چہارم

امورِ اختیاریہ کے بیان میں

اسباب کے اختیاری ہونے کی بنا پر امور اختیاریہ کہلاتے ہیں

اب ایک بات اور سمجھو کہ امور غیر اختیاریہ غیر مطلوب ہیں، یہ عام نہیں بلکہ احوال کے ساتھ خاص ہے کیونکہ جزاء اعمال بھی غیر اختیاری ہے مگر وہ مطلوب ہے کیونکہ وہ احوال میں سے نہیں بلکہ جزاء ہے۔ایک جواب تو یہ ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ جزاء بھی اختیاری ہے کیونکہ اس کے اسباب اختیاری ہیں یعنی اعمال صالحہ۔اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے یوں کہا جائے کہ صحت اختیاری ہے کیونکہ اس کے اسباب اختیاری ہیں۔پس جنت وقرب ورضا اسی قبیل سے ہیں کہ فی نفسہٖ غیر اختیاری ہیں مگر بواسطۂ اسباب کے اختیاری ہیں اور اگر نظر کو غائر کرو تو معلوم ہوگا کہ تمام اختیارات ایسے ہی ہیں کہ فی نفسہٖ غیر اختیاری ہیں مگر اسباب کے اختیاری ہونے کی وجہ سے ان کو اختیاری کہا جاتا ہے۔مثلاً ابصار کو اختیاری کہا جاتا ہے حالانکہ اس میں صرف فتح العین (آنکھ کھولنا) اختیاری ہے اور ادراک غیر اختیاری ہے مگر عادۃ اللہ یہ ہے کہ فتح العین پر اکثر ادراک کا ترتب ہو جاتا ہے اسی طرح شبع اور ری یعنی سیر ہونا اور سیراب ہونا یہ بھی محض اسباب کے واسطہ سے اختیاری ہیں ورنہ فی نفسہٖ غیر اختیاری بلکہ اور نظر کو غائر کرو جنت ابصار وغیرہ سے زیادہ اختیاری ہے کیونکہ فتح العین پر ترتب ادراک محض عادی ہے وعدی نہیں اور جنت کا ترتب اعمال صالحہ پر وعدی ہے اور عادات میں تخلف جائز ہے اور وعدہ میں جائز نہیں۔

پس اب اشکال مرتفع ہو گیا، کیونکہ مبنی اشکال کا یہ تھا کہ جزاء غیر اختیاری ہے اور اب معلوم ہو گیا کہ جزاء اختیاری ہے، پس غیر مطلوب وہ ہے جو فی نفسہٖ بھی غیر اختیاری ہو اور اسباب کے لحاظ سے بھی غیر اختیاری ہو، اور جو چیز اختیاری ہو خواہ بلا

واسطہ یا بواسطہ وہ غیر مطلوب نہیں۔اور احوال من کل وجہ اختیاری ہیں، گو ان کے حصول میں بھی اعمال واسطہ ہیں مگر یہ واسطہ ایسا ہے جس پر احوال کا ترتب لازم نہیں، نہ ان کا وعدہ ہے اس لئے ان کو بواسطہ بھی اختیاری نہیں کہہ سکتے، پس ان کی طلب کے درپے نہ ہو بلکہ رضائے حق کے طالب بنو اور غیر حق سے نظر قطع کرو۔خوب کہا ہے ؎

تو درو گم شو وصال ایں است پس　　　گم شدن گم کن کمال این است وبس

ترجمہ: تو اس میں فنا ہو جا یہی وصال ہے، اپنا گم ہونا بھول جا انتہائی کمال یہ ہے۔

گم شو کا مطلب یہ کہ جس چیز کے فنا کا امر ہے اس کو گم کرو یعنی اپنے ارادہ و تجویز کو فنا کردو، یہ مطلب نہیں کہ نماز روزہ کو بھی فنا کردو، اور گم شدن گم کن کمال ایں است وبس یہ بات ذرا مشکل سے سمجھ میں آئے گی، مگر اس کا اشکال لغوی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سوتے ہوئے یہ جانتا ہو کہ میں سو رہا ہوں تو وہ سونے والا نہیں، سونے والا وہ ہے جس کو اپنے سونے کی بھی خبر نہ ہو، اسی طرح صاحبِ فنا وہ ہے جس کو اپنے فنا ہونے کی بھی خبر نہ ہو یعنی اس پر التفات نہ ہو۔(الفصل والانفصال فی الفعل والانفعال ملحقہ مؤاعظ تدبیر و توکل، ص:۱۸۵، ص:۱۸۷)

اُمور اختیاریہ کا ہر مرتبہ اختیاری نہیں، امور اختیاریہ میں بھی اس کا ہر مرتبہ اختیاری نہیں ہوتا، صرف مرتبہ غیر اختیاری ہوتا ہے مگر باوجود اس کے اس کو اختیاری محض مراتب ابتدائیہ کے سبب کہا جاتا ہے، جیسے یوں کہا جائے کہ تحصیلداری مل جانا اختیاری ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تحصیلداری ملنے کا جو طریقہ ہے اس کو حاصل کرو، امتحان دو، شرائط اس کی جمع کرو، یہ اختیاری ہے۔(الشکر ملحقہ مؤاعظ تدبیر و توکل ص:۴۱۱)

امورِ اختیاریہ کی دو قسمیں

قواعد سے اس میں یہ فیصلہ ہے کہ امور اختیاریہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا بقاء[1] وحدوث[2] دونوں قصد و اختیار کے محتاج ہیں، اور دوسرے وہ جو حدوث میں قصد و اختیار[3] کے محتاج ہیں بقاء میں محتاج نہیں تو کلام اسی دوسری قسم میں داخل ہے جیسا کہ

[1] باقی رہنا　[2] واقع ہونا　[3] ارادہ اور اختیار سے کام لینے کا محتاج

مشی (یعنی چلنا) بھی اور بھی بعضے افعال اس صفت میں کلام کے ساتھ شریک ہیں یعنی ایسے ہی امورِ اختیار یہ میں سے ہیں کہ اس کا حدوث محتاج قصد و اختیار ہے گو بقاء میں اس کی ضرورت نہیں کہ مثلاً ہر ہر قدم پر ارادہ جدید متعلق ہو، البتہ یہ ضرور ہے کہ بقاء میں گو تفصیلی علم وارادہ نہیں ہوتا مگر اجمالی ضرور ہوتا ہے، یہاں تک تو اشتراک ہے مگر پھر تکلم میں ان سب سے خاص امتیاز ہے کہ اور مشی (چلنا) وغیرہ سے زیادہ آسان بولنا ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا تو یہ کام اتنا آسان ہے کہ بظاہر اس میں قصد کی بھی ضرورت نہیں اسی واسطے کسی نے کہا ہے اللسان جرمہ صغیر و جرمہ کبیر زبان کا جِرم (جسم) چھوٹا ہے اور اس کا جُرم (گناہ) بڑا ہے اور اس سہولت ہی کی وجہ سے لوگوں نے اس کو غیر مہتم بالشان سمجھ رکھا ہے، دوسرے ہر فعل کا کچھ اثر ظاہر میں باقی رہتا ہے مثلاً اگر آپ کچھ لکھیں گے تو اس کا اثر باقی رہے گا اسی طرح سب افعال کا اثر، چنانچہ تتبع سے معلوم ہو سکتا ہے مگر زبان کا اثر باقی نہیں رہتا اس لئے بھی لوگوں نے اس کو معمولی سمجھ لیا ہے مگر یاد رکھو! خدا تعالیٰ کے یہاں تو سب کچھ محفوظ ہے، آپ سمجھتے ہیں کہ ہم زبان سے جو کچھ کہتے رہتے ہیں وہ معدوم ہوتا جاتا ہے اور یہ خبر نہیں کہ وہ سب ایک دفتر میں جمع ہو رہا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں دیتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے) حق تعالیٰ کے دفتر بہت سے ہیں سب سے چھوٹا دفتر انسان کا نامہ اعمال ہے قیامت کے دن ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال دیدیا جائے گا اور کہا جائے گا اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب ہے) جس دن لوگ اس کتاب کو دیکھیں گے تو حیرت سے کہیں گے مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۔ (اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب لکھا ہوا موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا) (خفیہ پولیس والے کہاں تک لکھیں گے وہ تو تقریر کا خلاصہ ہی نوٹ کرتے

ہیں اور یہاں تو بعینہٖ بجنسہٖ لکھا جاتا ہے، پہلے تو یہ بات بعضوں کی عقل میں بھی نہ آتی تھی کہ فرشتے بعینہٖ کس طرح لکھتے ہیں مگر خدا بھلا کرے یعنی ہدایت کرے گراموفون ایجاد کرنے والوں کو کہ ان کی اس ایجاد سے ہم کو عقل پرستوں کے سامنے ایک نظیر پیش کرنے کا موقع مل گیا۔ (مطاهر الاقوال ملحقه مؤاعظ اصلاح ظاهر: ص ۲۷۷، ۲۷۸)

امورِ اختیاریہ کے شروع کا ارادہ کافی ہے

امورِ اختیاریہ جن کا صدور ارادہ سے ہوتا ہے اس ارادہ کا تعلق شروع میں کافی ہے اور جب تک اُن کی ضد کا صدور نہ ہو وہ آخر فعل تک حکماً ممتد رہتا ہے، ہر وقت تجدید ارادہ کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً چلنے کے لئے ایک مرتبہ کا ارادہ کافی ہے فرض کیجئے کوئی شخص بازار جانے کے لئے چلا تو کیا ہر قدم پر چلنے کا ارادہ کرے گا؟ ہرگز نہیں، بس ایک مرتبہ کا ارادہ کافی ہوتا ہے اُسی کے اثر سے برابر قدم اُٹھتا رہے گا، بلکہ اگر کوئی ہر قدم پر جدید ارادہ کرے تو مسافت طے ہونا ہی مشکل ہو جائے، دیکھ لیجئے چل بھی رہے ہیں اور کسی سے بات بھی کر رہے ہیں یا کتاب یا اخبار بھی دیکھ رہے ہیں اس وقت چلنے کی طرف مطلق التفات نہیں ہوتا اس سے اس سوال کا جواب نکل آیا کہ ان مجاہدات و ریاضات سے جب ملکہ پیدا ہو جاتا ہے تو طبعی طور پر افعال صادر ہونے لگتے ہیں زیادہ اہتمام و مشقت کی بھی ضرورت نہیں رہتی اور اجر کامل موقوف ہے اہتمام اور مشقت پر تو ان لوگوں کو اجر کامل بھی نہ ملنا چاہئے بلفظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ منتہی کو مبتدی سے کم اجر ملتا ہے کیونکہ مبتدی کو مشقت ہوتی ہے منتہی کو نہیں ہوتی، تقریر جواب کی ظاہر ہے کہ جب مجاہدہ اسی ارادہ سے کیا کہ بے تکلف افعال کا صدور ہونے لگے تو وہی مشقت حکماً ہر فعل کے ساتھ ممتد[1] سمجھی جائے گی اور اجرِ کامل ملے گا اور اپنے کمال میں مبتدی کے اجر سے زیادہ ہوگا کیونکہ مشقت تو امر مشترک ہے ایک جگہ حساً اور ایک جگہ حکماً، مگر منتہی میں رسوخ خلق و تثبت و مہارت و تشبہ بالملائک[2] کی (جن کی شان میں وارد ہے کہ

---

[1] دراز [2] اخلاق، ثابت قدمی اور ماہر ہونا اور فرشتوں سے مشابہت

یسبحون الليل والنهار لایفترون شب وروز اللہ کی تسبیح کرتے ہیں کسی وقت موقوف نہیں کرتے) کی فضیلت زائد ہے۔ (الافاضات الیومیہ، ج۲: ص۳۲۹، ۳۳۰)

خلاصہ یہ ہے کہ افعال اختیاریہ میں حدوث کے وقت ارادہ ضروری ہے اور اسی پر فعل کا اختیاری ہونا موقوف ہے، باقی بقاء میں ارادہ کی ضرورت نہیں۔

(انفاسِ عیسیٰ، ج:۱،ص۳۴۱)

نیّت اختیاری ہے

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامّت رحمہ اللہ کو کچھ روپے حوالہ کئے تو حضرت نے فرمایا: چاہے کیسے ہی معتمد شخص سے روپیہ ملیں، گننے کو ضرور جی چاہتا ہے۔ روپیہ تو روپیہ پیسے بھی کوئی اگر دے تو انہیں بھی بغیر گنے رکھنے کو جی گوارہ نہیں کرتا، پھر فرمایا: یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید ان سے گننے میں غلطی ہوگئی ہو، پھر فرمایا: گننے میں یہ نیت کرلیا کریں کہ کہیں دوسرے کا روپیہ میرے پاس زائد نہ آگیا ہو۔

عرض کیا گیا کہ کیا نیت اختیاری ہے؟

حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ آپ نے بھی غضب کیا، نیت اختیاری نہیں تو کیا غیر اختیاری ہے؟

عرض کیا گیا کہ جب گننے میں نیّت یہ ہے کہ کہیں کم نہ ہوں پھر یہ نیّت کیسے کرلے کہ کہیں زیادہ نہ آگئے ہوں۔

فرمایا کہ نیّت تو فعل اختیاری ہے اگر نماز کو جی نہ چاہتا ہو تو کیا نیّت باندھ کر کھڑا نہیں ہوسکتا، اسی طرح یہ نیّت بھی کرسکتا ہے، پھر فرمایا کہ یہ بہت باریک بات ہے اور ضبط کرنے کے قابل ہے۔ (حکیم الامّت کے حیرت انگیز واقعات: ص۴۸)

جنت میں داخل ہونا امرِ اختیاری ہے

اسی طرح اس عدم اہتمام کا بھی ایک سبب ہے، میں نے رسالہ جزاء الاعمال میں وہ سبب لکھا ہے، اس میں میں نے یہ تحقیق لکھ دی ہے کہ وجہ کیا ہے کہ اعمالِ آخرت

میں رغبت نہیں ہوتی باوجود سن لینے کے کہ اعمال اسباب ہیں نعمائے جنت کے، سو اس میں یہ تحقیق کردی ہے کہ اعمال میں کوتاہی اور بے رغبتی کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اعمال میں اوران کی جزاء میں کچھ تعلق اور ارتباط نہیں سمجھتے، یوں سمجھتے ہیں کہ ان اعمال پر جو جزائیں ملتی ہیں ان میں اور اعمال میں باہم کوئی علاقہ نہیں، ایسا تعلق نہیں سمجھتے جیسے ان دنیا کے اسباب اور مسبباب میں علاقہ ہے مثلاً سہارن پور سے ریل میں سوار ہوکر نینی تال چلے تو اس لین میں اور نینی تال میں یہ علاقہ ہے کہ پہلے بریلی پہنچے پھر بریلی سے چل کر کاٹھ گودام کا اسٹیشن ملتا ہے وہاں کچھ دیر کے بعد اور سواری ملتی ہے، بہرحال نینی تال اوران اسباب میں ایک قوی علاقہ ہے، تو معلوم ہوا کہ اس علاقہ کی وجہ سے کشش ہوتی ہے اور یہاں علاقہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا، اور سمجھ میں اس لئے نہیں آتا کہ نظر نہیں آتا، چونکہ نظر نہیں آتا اس لئے دلی کشش نہیں ہوتی یعنی طبیعت نہیں ابھرتی جیسی مقصود کے لئے ابھرنی چاہئے، بعنوان دیگر مراد میری یہ ہے کہ اس مقصود کے لئے طبیعت اس واسطے نہیں ابھرتی کہ خود اس مقصود کو اپنے اختیار میں نہیں سمجھتے، اور اختیار میں اس واسطے نہیں سمجھتے کہ اسباب میں اور مقصود میں یعنی اعمال میں اور جزاؤں میں کچھ علاقہ نہیں سمجھتے، ورنہ اگر علاقہ سمجھتے تو چونکہ اسباب اختیاری ہیں اس لئے اس حیثیت سے مقصود کو بھی اختیاری سمجھتے، جب اختیاری نہیں سمجھتے تو طبیعت ابھرتی بھی نہیں، کیونکہ طبیعت اسی کام میں ابھرتی ہے جس کو انسان اپنے اختیار میں سمجھتا ہے، چنانچہ یہی بات ہے کہ عامی کو کبھی سلطنت کی ہوس بھی نہیں ہوتی، اس کو کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں آتا کہ میں بادشاہ ہوجاؤں، وہ کبھی اس پر غور ہی نہیں کرتا کہ کسی ترکیب سے سلطنت حاصل کرو، بادشاہ بنو۔ محل میں رہو۔ مثلاً ایک فقیر نے سنا کہ بادشاہ یوں محلوں میں رہا کرتے ہیں، یوں ان کے ساز و سامان ہوتے ہیں، یوں حشم و خدم ہوتے ہیں، خیر ان عجائب امور کو سن کر چاہے اس کا جی خوش ہونے لگے، لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا کہ اس کی طبیعت میں گدگدی اور دھڑ وہڑی پیدا ہو کہ کسی ترکیب سے سلطنت حاصل کرنی چاہئے۔ لاؤ سلطنت حاصل کرنے کا طریق معلوم کریں۔ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر کسی سے پوچھوں گا بھی تو وہ ڈانٹ

دیگا کہ اب کیا تو پاگل ہوگیا ہے، معلوم ہوتا ہے جوتیاں کھائے گا، سُبحان اللہ رہیں جھونپڑوں میں خواب دیکھیں محلوں کا، غرض بادشاہوں کے قصے سُن کر وہ سلطنت حاصل کرنے کے طریق معلوم نہ کرے گا، اور اگر معلوم کر بھی لئے تو کیا ہے وہ اتنے بعید ہیں کہ وہ تو وہ بیچارہ کا طائر وہم بھی وہاں نہیں پہنچتا، اب سر پر ٹوکرا رکھنے والا اور گوہ اٹھانے والا بھی بادشاہوں کے قصے سنتا ہے لیکن کیا کبھی اس کے ذہن میں بھی یہ خیال آتا ہے کہ لاؤ میں بھی بادشاہ بننے کی کوشش کروں، کس سے پوچھوں کہ سلطنت کیونکر حاصل ہوتی ہے اگر معلوم ہوا کہ لڑنے سے حاصل ہوتی ہے تو کیا مشکل ہے، ہم بھی فوج اکٹھی کرلیں گے ہم بھی لڑیں گے، میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس کے ذہن میں کبھی یہ خیالات آتے ہیں کبھی نہیں، اس واسطے کہ وہ اسباب اتنے بعید ہیں کہ اس کے اختیار ہی سے خارج ہیں، پھر جب اسباب ہی اختیار میں نہیں تو پھر کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو طبیعت اُبھرتی ہی نہیں بخلاف اس کے نینی تال کا حال سُنا تو طبیعت میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے، فکر ہوتی ہے کہ بس پچاس روپیہ پاس ہوں تو وہاں پہنچیں اور اگر ہوں بھی پاس بس پھر کیا ہے پھر تو سمجھتا ہے کہ وہاں پہنچنا گویا ہر وقت اپنے اختیار میں ہے اور سوچتا ہے کہ جب اختیار میں ہے تو پھر کیوں نہ حاصل کیا جاوے اس مقصود کو چنانچہ نہایت شوق کے ساتھ وہاں پہنچنے کا فوراً اہتمام کرنے لگتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک تو جس مقصود کے اسباب کو انسان اختیاری نہیں سمجھتا اس کی طرف حرکت نہیں ہوتی، اور دوسرے اگر اسباب کو تو اختیاری سمجھتا ہو لیکن اسباب اور مقصود میں تعلق معلوم نہ ہو تب بھی حرکت نہیں ہوتی، اس حالت میں اسباب کی طرف حرکت نہ ہونے کی وجہ اسباب اور مقصود میں تعلق معلوم نہ ہونا ہی ہے اور یہی وجہ ہے مقصود کی طرف حرکت نہ ہونے کی کہ ان اسباب اور مقصود میں چونکہ تعلق معلوم نہیں اس لئے اُن اسباب پر اس مقصود کے ترتب کا معتقد نہیں، اور اس معتقد نہ ہونے کے باوجود اسباب کے اختیاری سمجھنے کے بھی اسباب کو اختیار نہیں کرتا اس واسطے کہ مقصود اگر اختیار میں ہے تو بواسطہ اسباب ہی کے تو اختیار میں ہے، تو گو اسباب اختیار میں ہیں لیکن چونکہ

اسباب اور مقصود میں تعلق معلوم نہیں اس لئے اسباب کے اختیار کرنے کا حال طاری نہیں ہوا۔ اس کو جس طرح اسباب کے اختیاری ہونے کا علم ہے اسی طرح اگر یہ بھی معلوم ہوتا کہ اسباب اور مقصود میں یہ تعلق ہے تب طبیعت اُبھرتی اور شوق پیدا ہوتا اب وہ تعلق تو چونکہ ذہن میں حاضر نہیں اس لئے اسباب اختیار کرنے میں جی لگتا نہیں، یہ اطمینان نہیں ہے کہ اسباب اختیار کرنے سے مقصود ضرور حاصل ہو جائے گا، پھر جب مقصود ہی کو اختیاری نہیں سمجھتا تو اس کے اسباب اختیار کرنے کی طرف بھی حرکت نہیں ہوتی۔

اعمال اور مقصود

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب بطور مثال کے یہ سمجھئے کہ نعمائے آخرت اور جنت کی طرف جو طبیعت نہیں اُبھرتی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اعمال اور مقصود میں جو واقعی علاقہ ہے وہ نہیں سمجھتے یعنی ایسا علاقہ جیسا آگ کے جلانے اور کھانا پکنے میں، ایسا علاقہ جیسے پانی پینے اور پیاس کے بجھنے میں، ایسا علاقہ جیسے ہمسر خاندان میں پیام دینے اور عورت کے گھر آ جانے میں۔ غرض ایسا علاقہ نہیں سمجھتے اعمالِ صالحہ میں اور جنت کے حاصل ہونے میں، یہی وجہ ہے کہ ہر شخص قریب قریب یہ سمجھتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا اختیاری نہیں، حتیٰ کہ اعمال صالحہ کو تو اختیاری سمجھتے ہیں مگر جنت کو سمجھتے ہیں کہ اختیاری نہیں، ہرگز ہرگز ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ اعمالِ صالحہ پر جنت ضرور مل ہی جاوے گی، ایسا سمجھتے ہیں جنت کو کہ اعمال صالحہ پر بس محض اتفاقاً ہی مرتب ہو جاتی ہے جیسے کسی کو اتفاق سے سلطنت مل جائے، مثلاً کہیں اتفاقاً ہُما سر پر بیٹھ گیا اس لئے بادشاہت مل گئی۔ چنانچہ پرانے زمانے کے ایسے ہی افسانے ہیں کہ کسی جگہ کا بادشاہ مر گیا اس کے کوئی اولاد تھی نہیں، اس لئے اس میں اختلاف ہوا کہ کس کو بادشاہ بنایا جاوے اس کے متعلق پہلے یہ دستور تھا کہ ہُما اڑاتے تھے وہ جس کے سر پر بیٹھ جاتا اسی کو بادشاہ بنا دیتے اگر کوئی فقیر بھی اس وقت ہوتا اور اس کے سر پر ہُما بیٹھ جاتا اسی کو بادشاہ بنا دیتے، چنانچہ ہُما اُڑایا گیا جانور کو کیا عقل اتفاق سے ایک فقیر ہی کے سر پر جا بیٹھا، بس اسی کو تخت پر بٹھا

دیا گیا۔ اب اگر کوئی فقیر یہی حوصلہ کرنے لگے اور وہاں پہنچنے کا اہتمام کرے کہ شاید ہُما میرے ہی سر پر بیٹھ جائے اور میں بادشاہ ہو جاؤں، تو سب اس کو احمق بنائیں گے کہ کیا لغو حرکت ہے یعنی محض ایک موہوم امید پر کہ شاید ہُما میرے ہی سر پر آ بیٹھے، اتنا لمبا سفر کرنا، اور جو نہ بیٹھا پھر اتنا لمبا سفر بھی کیا اور وہاں سفر کر کے بُوم (اُلّو) ہوئے یعنی ہُما تو کیا سر پر بیٹھتا سب اُلّو بناتے کہ بڑا گدھا فلانا ہے، فقیر اس پر قہقہہ لگا دیں گے کہ بالکل اُلّو ہی ہے، بھلا تیرا ہی تو منتظر ہے کہ کب وہ آئے اور کب میں اُس کے سر پر بیٹھوں، تو جیسے ہُما کو سر پر بیٹھنا غیر اختیاری سمجھا جاتا ہے اسی طرح جنت کا حاصل ہونا بھی غیر اختیاری سمجھتے ہیں۔

مثلاً یہی حدیث دیکھی کہ ایک شخص عمر بھر جنت کے عمل کرتا ہے لیکن آخر میں کوئی عمل اس سے ایسا سرزد ہو جاتا ہے کہ وہ دوزخ میں چلا جاتا ہے، یہ حدیث دیکھی بس اس حدیث کو دیکھ کر یہ مطلب سمجھ لیا کہ سارے عمل بیکار ہیں اب وہ عقیدہ پختہ ہو گیا کہ جنت اختیاری نہیں، ساری عمر تو کوشش کریں جنت میں جانے کی اور لو ذرا سی بات میں دوزخ میں چلے گئے، اب یہاں دو غلطیاں ہیں، ایک تو یہ سمجھنا کہ ذرا سی بات پر دوزخ میں چلے جاتے ہیں۔

دوسری غلطی یہ کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے یہاں اتنا اندھیر ہے، اتنے سارے عمل ذرا سی بات پر خبط، ادنی سی بات پر کیا کرایا ندارد، حالانکہ وعدہ یہ ہے:

من یعمل مثقال ذرة خیرًا یره و من یعمل مثقال ذرة شرًا یره

پس جو شخص ذرّہ برابر نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا، اور جو شخص ذرّہ برابر بھی بدی کرے گا دیکھ لے گا۔

پھر کیا بات ہے وہ خیر کہاں گئی جو کی تھی، سو بات یہ ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ:

فامامن ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیه و امامن خفت موازینه فامه هاویه

پھر جس شخص کا پلّہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور

جس شخص کا پلّہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا۔

یعنی جس قسم کے اعمال زیادہ ہوں گے وہی غالب رہیں گے اگر اعمال صالحہ زیادہ ہوں گے تو گناہ معاف ہوجائیں گے، گناہ معاف ہوکر جنتی ہوجائیں گے، ہاں اگر گناہ غالب ہوئے تو پھر دوزخ میں اُن گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بشرط ایمان جنت میں داخل ہوں گے، لیکن داخل ہوں گے ضرور، پھر اعمال صالحہ بیکار کہاں گئے، کیا کرایا سب کہاں مٹا، جنت میں تو اُن کی بدولت پہنچ گئے، بلکہ اگر گناہ بھی غالب ہوں گے تب بھی اکثر کے ساتھ تو معاملہ رحمت ہی کا ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ جب دوزخ میں بھیج دیئے گئے تو خیـرًا یـره (نیکی دیکھے گا) کا اثر کہاں ظاہر ہوا، بات یہ ہے کہ شـرًا یـره (برائی دیکھے گا) کا اثر تو اس طرح ہوا کہ پہلے دوزخ میں بھیجے گئے پھر نکل کر جنت گئے اب ظہور ہوا خیرًا یره کا یعنی گناہ کا اثر بھی ہوا کہ پہلے دوزخ میں بھیجے گئے اور خیر کا بھی اثر ہوا کہ اخیر میں نجات ہوگئی، خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کوئی چیز بیکار نہیں جاتی، بلکہ سبقت رحمتی علیٰ غضبی سے یہ تو ہوا کہ گو گناہ غالب تھے اور اعمال صالحہ مغلوب مگر پھر بھی رحمت کا غلبہ ہوگیا کہ اخیر ہی میں نجات ہوگئی لیکن اس کا عکس کبھی نہیں ہوا کہ اوّل میں انعام راحت دے کر اخیر میں جہنمی کردیا جاتا، تو ایک غلطی تو یہ ہے کہ اعمال صالحہ کو بے اثر سمجھ گئے، دوسری غلطی یہ ہے کہ صاحب ذرا سی بات ہوگئی تھی بس اُسی میں جہنمی ہوگئے، سو حضرت وہ بات ذرا سی نہیں ہوتی، وہ بہت بڑی بات ہوتی ہے۔

مثلاً فرض کرو کسی نے گورنمنٹ کی خدمت پچاس برس تک کی پھر اس نے بغاوت کی اور ایک بم گولہ وائسرائے پر پھینک مارا، وہ شخص گرفتار ہوگیا اور بعد تحقیقات کے اس کو پھانسی دیدی گئی، اب کوئی شخص کہے کہ دیکھئے صاحب یہ کیا اندھیر ہے اس کی ساری عمر کی خدمتیں اور وفاداریاں ایک ذرا سی بات پر نظر انداز کردی گئیں، بیچارہ نے کیا ہی کیا تھا؟ ایک ذرا سا بم ہی تو چھوڑ دیا تھا، سبحان اللہ آپ کے نزدیک گویا ذرا سی بات ہے بم چھوڑ دینا ایک ذمہ دار حاکم پر، تو جیسے بم چھوڑنا بظاہر تو ذرا سا فعل ہے لیکن

اتنا بڑا جرم ہے ساری خدمات ملیامیٹ کردینے کے لئے کافی ہے، اور عمر بھر کی خدمات کو خاک میں ملا دیتا ہے، اسی طرح جو خدا سے بغاوت کرتا ہے اس کے تمام اعمال حبط ہو جاتے ہیں اور ہو جانے ہی چاہئیں کیونکہ بغاوت جرم ہی ایسا ہے، غرض اس غلطی کے متعلق ایک تو یہ تحقیق ہے کہ جس کو چھوٹی بات سمجھا جاتا ہے وہ دراصل بہت بڑی بات ہے۔ دوسری تحقیق یہ ہے کہ وہ جو بڑی بات ہے آیا وہ اختیار سے ہے یا بلا اختیار یعنی خود بخود ہو پڑی وہ بات جس سے وہ جہنمی ہو گیا یا اس کو اپنے قصد سے، اپنے ارادہ سے، اپنے اہتمام سے کیا تھا تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو بات بلا اختیار کے ہوتی ہے واللہ ثم واللہ اس سے مطلق ضرر نہیں ہوتا چہ جائیکہ جہنمی ہونا خوب سمجھ لو کہ دوزخی اُسی فعل سے ہوتا ہے جس کو اپنے قصد سے کرتا ہے اور اپنے اختیار سے کرتا ہے، ورنہ ہرگز دوزخی نہیں ہوتا، پس پھر اب یہ کہاں سے لازم آیا کہ جس نے عمر بھر جنت کے عمل کئے تھے، ہائے وہ بلا اختیار خالد فی النار[1] ہو گیا اور یہ کہاں سے لازم آیا کہ جس نے عمر بھر دوزخ کے عمل کئے تھے دیکھو وہ بلا اختیار ہمیشہ کے لئے جنتی ہو گیا، خوب سمجھ لو کہ جنت میں جانا بھی اختیار سے ہوا اور جنت سے ہٹنا بھی اختیار ہی سے ہوا، وہ خود ہٹا جنت سے، جیسے دربار شاہی میں کوئی شخص حاضری دینے کے لئے چلا تھا جب دروازہ پر پہنچا تو یکا یک اس کی رائے بدل گئی اور بادشاہ کو گالیاں سناتا ہوا بجائے ایوان شاہی کے باغی کی کوٹھی پر جا پہنچا، ایوان شاہی صرف ایک بالشت رہ گیا تھا کہ خدا کی مار چلتے چلتے رائے جو بدلی جھٹ رُخ بدل کر باغی کے مکان کی طرف ہولیا، اب کوئی یوں کہنے لگے کہ کیا کرے بیچارہ تقدیر کی بات، عمر بھر تو جنت میں جانے کے عمل کئے، اخیر میں ذرا سی بات ایسی ہوگئی جس سے دوزخی ہو گیا، پھر کیا خود ہوگئی وہ بات، کیا زبردستی اُسے دوزخ میں بھیج دیا گیا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں خدا کے یہاں ایسا ہرگز نہیں، حضرت وہ بہت ٹالتے ہیں بہت طرح دیتے ہیں مگر پھر جو جان جان کر شرارت کرتا ہے اُسی کو دوزخ میں بھیجتے ہیں۔

فرماتے ہیں یهلك من هلك عن بينة ويحيى من حَيَّ عن بينة تو یہ

---

[1] بلا اختیار ہمیشہ کا دوزخی بن گیا

معنی ہیں حدیث کے، یعنی حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ ایک شخص عمر بھر تو جنتیوں کے عمل کرتا ہے پھر اخیر میں وہ ایک ایسا عمل کرتا ہے جو موجب نار ہو جاتا ہے، یعنی جان بوجھ کر ایسا عمل کرتا ہے اور باختیار خود ناری ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ کسی غیر اختیاری عمل پر اس کو دوزخ میں بھیج دیا جاتا ہے غیر اختیاری فعل پر تو کسی قسم کا مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ غرض یہ کہ اس کے سمجھنے میں لوگ دو غلطیاں کرتے ہیں وہ رفع کر دی گئیں یعنی ایک تو یہ کہ وہ بات جو موجبِ نار ہو جاتی ہے وہ چھوٹی بات نہیں ہوتی بلکہ بہت بڑی بات ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ وہ بات غیر اختیاری نہیں ہوتی، تو بس معلوم ہوا کہ دوزخ میں بھی جانا اختیار میں ہے اور جنت میں بھی جانا اختیار میں ہے۔ تو جب جنت میں جانا اختیار میں ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ مثل نینی تال کے جنت کا ذکر بھی سُن کر طبیعت نہیں اُبھرتی ؟ اور کیوں وہاں پہنچنے کے اسباب جمع نہیں کیے جاتے ؟ اور جنت کا اختیاری ہونا ایسا کھلا ہوا مسئلہ ہے کہ شرح مائۃ عامل میں[1] بھی لکھا ہوا ہے اسلمت کی ادخل الجنة اسلام لایا میں تاکہ داخل ہوں جنت میں۔ بس جیسا اسلام اختیاری ہے ایسا ہی جنت میں جانا بھی اختیاری ہے، یہ عقیدہ اجمال کے درجہ میں تو پہلے ہی سے ذہنوں میں ہوگا مگر آج تفصیل کے درجہ میں سُن کر سب کو حیرت ہوئی ہوگی کہ ارے میاں جنت میں جانا بھی اختیاری ہے یہ تو آج ہی نئی بات سُنی بھلا کہاں، ہم اور کہاں جنت، ہم خود کیسے جنت میں پہنچ جاویں گے۔

اجی ایسے ہی پہنچ جاویں گے کہ اسباب اختیار کر لو بس پہنچ جاؤ گے، کیونکہ کسی امر کے اختیاری ہونے کی بھی دو حیثیتیں ہیں ایک وہ بذاتِ خود اختیاری ہو اور ایک وہ جس کے اسباب اختیاری ہوں۔ اب مثلاً نینی تال پہنچنا اختیاری ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے اسباب مہیا کرو گے تو وہاں پہنچ جاؤ گے، یہ نہیں کہ یہیں سے بیٹھے بیٹھے ایک جست لگاؤ اور وہاں پہنچ جاؤ، اگر کوئی احمق کہے کہ ہم تو جب جانیں کہ نینی تال پہنچنا اختیاری ہے کہ یہیں سے بیٹھے بیٹھے ایک جست لگاویں اور پہنچ جائیں تو اس سے آپ

---

[1] مدارس عربیہ میں ابتدائی درجات میں پڑھائی جانے والی ایک کتاب۔ ۱۲

یہی کہیں گے کہ واہ صاحب یہ تھوڑا ہی معنی ہیں اختیاری ہونے کے کہ بلا اسباب اختیار کیے پہنچ جاؤ گے بلکہ یہ معنی ہیں کہ جو اسباب وہاں پہنچنے کے ہیں اگر ان کو اختیار کرو گے تو پہنچ جاؤ گے اور اسباب بھی وہ جو واقعی ہوں نہ کہ وہ جو آپ کے تجویز کردہ ہوں، جیسے کہ آپ یہاں مجوز بنے ہیں کہ ایک جست لگائیں اور پہنچ جائیں، غرض آپ اس سے یہی کہیں گے کہ بھائی نینی تال پہنچنا بایں معنی اختیاری (اس معنی میں اختیاری) ہے کہ وہ جو ذرائع ہیں وہاں پہنچنے کے وہ اختیاری ہیں اگر کوئی شخص انہیں اختیار کرے تو ممکن نہیں کہ وہ نینی تال نہ پہنچ جائے، بس حضور اسی طرح ممکن نہیں کہ کوئی اعمال صالحہ اختیار کرے اور وہ جنت میں نہ پہنچ جائے، تو گویا جنت میں جانا بالکل ہمارے اختیار میں ہے، بس یہ تو بفضلہٖ ثابت ہو گیا کہ جنت میں پہنچنا ہمارے اختیار میں ہے، گویا مقصود جو ہے وہ اختیاری ہے اور وابستہ ہے اسباب اختیاریہ سے۔

(آثار المربّع ملحقہ مؤاعظ جزاو سزا، ص ۳۳۰ تا ۳۳٤، ص۳٤۲ تا ۳٤٦)

امورِ اختیاریہ میں وظائف کو کچھ دخل نہیں[1]

ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی ایسا وظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسّر ہو۔

جواب تحریر فرمایا کہ طاعات اور معاصی دونوں امورِ اختیاریہ ہیں جس میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں رہا، سو طریقہ امورِ اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں، ہاں سہولت اختیار کے لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت (بمعنی مقاومت) نفس، اس ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی ہے، میں نے تمام فن لکھ دیا، آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں، ایک بعض امراضِ نفسانیہ کی تشخیص اور دوسرے بعض طریقۂ مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے۔

(اشرف السوانح، ج:۲، ص:۱٤۹)

---

[1] وظیفوں کو اعمال اختیاریہ تکلیفیہ میں سوائے برکت کے دخل فی الجملہ بھی نہیں صرف کم ہمتی ہے۔ (مجالس الحکمت ص:۸۲)

نماز میں حضورِ قلب امرِ اختیاری ہے

یہ سمجھنا کہ دل پر اختیار نہیں بالکل غلط ہے اور اسی غلطی نے لوگوں کو رذائل قلب کے ازالہ سے مایوس کر دیا ہے مثلاً یہ بات انسان کے قبضہ میں ہے کہ نماز میں کھڑا ہو، اور قلب کو اس کی طرف متوجہ کرے، مگر اس کی پرواہ نہیں، کیونکہ اس کو اپنے جہل سے غیر اختیاری سمجھے ہوئے ہیں، اگر قلب کا متوجہ کرنا اختیار میں نہ ہوتا تو حدیث میں نماز کے بارے میں مقبلا علیھما بقلبه لا یحدث فیھما نفسه (اپنے دل سے اس کی طرف توجہ کرے اور اپنے نفس سے اس میں باتیں نہ کرے) کیوں ہوتا؟ اور جو درجہ غیر اختیاری ہے اس کے لئے حدیث میں ہے ان اللّٰہ تجاوز عن امتی ما وسوست به صدور (بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے وساوس جو ان کے دل میں آتے ہیں معاف فرما دیئے ہیں۔) مثلاً آپ کی وسعت میں ہے کہ ایک خطرہ قلب میں آئے اور آپ اس کو ہٹا کر دوسرے خیال میں لگ جائیں اب دوسری طرف توجہ کرنے کے بعد بھی وہ پہلا خیال رہے، یہ بے اختیاری ہے۔

(الھویٰ والھدیٰ ملحقه مواعظ آداب انسانیت ،ص:۶۹، ۷۰)

وساوس اور خطرات پر اظہارِ مسرّت کرنا بھی ان کے بند کرنے کا سبب ہوگا

فرمایا کہ شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے جیسے چور اسی گھر میں نقب لگا تا ہے جس میں دولت ہوتی ہے، للہذا خطرات پر بجائے مغموم ہونے کے عقلاً خوش ہونا چاہئے کیونکہ شیطان کا قلب میں وسوسے ڈالنا قلب کے اندر دولت ایمان ہونے کی علامت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں بشارت وارد ہے ذٰلِكَ صَرِيْحُ الْإِيْمَانُ (یہ واضح ایمان کی علامت ہے)، جب سالک خوش ہوگا تو شیطان مایوس ہو کر وسوسے ڈالنا ہی چھوڑ دے گا۔ علاوہ بریں خطرات پر خوش ہونے سے قلب میں قوت پیدا ہوگی، اور یہ قوت خود بھی معین ہو جائے گی دفع خطرات میں، اور جب

خطرات دفع ہوجائیں گے تو پھر طبعی غم بھی جاتا رہے گا، اس طرح عقلی مسرت طبعی مسرت کا سبب ہوجائے گی۔ (اشرف السوانح، ج:۱، ص:۴۶۲)

اختیاری اور غیر اختیاری کے امر مشکوک میں دونوں احتمالوں کا حق ادا کرنا چاہئے

فرمایا ایک مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ یہی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ بات اختیاری ہے کہ غیر اختیاری، تو ایسے وقت میں کیا کیا جائے؟

فرمایا میں نے لکھ دیا ہے کہ جب یہ امر مشکوک ہوجائے تو ایسے وقت دونوں احتمالوں کا حق ادا کرنا چاہئے، غیر اختیاری کا تو حق یہ ہے کہ اس پر صبر کرے کہ یہ مجاہدہ ہے، اور اختیاری کا یہ حق ہے کہ استغفار اور توبہ کرے اور قوت وہمت کی دعا کرے، زیادہ کاوش میں نہ پڑے کہ یہ اختیاری ہے کہ غیر اختیاری، یہ غلو ہے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ (القول الجلیل، ماہنامہ الاشرف کراچی، رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ)

عقلی اُمور اختیاری ہیں

انسان عقلی امور کا مکلف ہے کیونکہ وہ اختیاری ہیں، طبعی اُمور کا مکلف نہیں کیونکہ وہ اختیاری نہیں۔ (اشرف السوانح، ج:۲ ص:۶۸)

امور اختیاریہ میں تدبیر

یاد رکھو! امورِ اختیاریہ میں تاثیر دعا کی اتنی ہی ہے کہ وہ اسباب جو دعا سے پہلے ہوں ان میں برکت ہوتی ہے اور ان اسباب کے جو کچھ مفاسد ہوں ان سے آدمی محفوظ رہتا ہے، دعا کا خاصہ ہے کہ اگر اسباب ضعیف بھی ہوں تو ان کو قوی کردیتی ہے، تو اس کا طریقہ یہی ہوا کہ دعا کے ساتھ ساتھ تدبیر بھی کرو، اور خالی تدبیر پر اس لئے اکتفاء مت کرو کہ اس پر انسان کو اعتماد ہوجاتا ہے۔

(غوائل الغضب ملحقہ مواعظ آداب انسانیت ص:۲۶۶)

ریا فعل اختیاری ہے

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی دین کا کام غرض دنیوی کے لئے ہو، گو وہ غرض مباح ہو۔ یا دنیا کا کام کرنا غرض مباح کے لئے جیسے بڑے پیمانہ پر خرچ کرنا شہرت و نمائش کے لئے۔ غرض ہونے کے معنی یہ ہیں کہ قصداً اس کام سے اسی غرض کا ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ فعل اختیاری ہے، اور یہ فعل جب ہو گا قصد سے ہو گا، پس اگر بلا اختیار کوئی ناجائز غرض قلب میں آجائے اور اس کو اختیار سے باقی نہ رکھا جائے تو وہ وسوسہ ریا ہے جس پر اجر ملتا ہے ریا نہیں، جس پر مؤاخذہ ہوتا ہے۔

(مکتوبات ملقب عبادۃ الرحمٰن)

غیبت اختیاری فعل ہے

غیبت اختیاری ہے اور امور اختیار یہ کی تدبیر بجز استعمال اختیار کے کچھ نہیں اور اگر پھر بھی غلطی ہو جائے تو صاحب حق سے فوراً معاف کرالے، اس التزام سے غیبت متروک ہو جائے گی۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج:۱، ص:۱۴۵)

غصہ کا ایک درجہ اختیاری ہے

ناحق والے پر تو غصہ آنا مذموم نہیں ہاں اعتدال ضروری ہے سو وہ اختیاری ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج:۱، ص:۱۶۶)

کینہ امر اختیاری ہے

کینہ وہ ہے جو اختیار و قصد سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے، اور اس کو ایذا پہنچانے کی تدبیر بھی کرے، اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آئے اور طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباض طبعی ہے جو گناہ نہیں۔

(انفاسِ عیسیٰ، ج:۱، ص:۱۷۰)

حسد کا علاج بھی اختیاری ہے

العلاج بالضد اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے، بس جو امور حسد سے ناشی ہیں ان کی ضد کو اپنے اختیار سے عمل میں لاؤ اس طرح کے بجائے غیبت کے محسود (جس سے حسد ہو) کی مدح زبان سے کیا کرو، گو نفس کو ناگوار ہو مگر زبان پر اختیار ہے اور اس سے نیاز مندی سے ملاقات و کلام کرو، اور اس کے ضرر پہنچانے پر زبان سے رنج ظاہر کیا کرو، اس کے سامنے بھی دوسروں کے سامنے بھی اور وہ اگر سامنے آجائے تو اس کی تعظیم کیا کرو، کبھی کبھی اس کو ہدیہ دیا کرو، ایک مدت تک ایسا کرنے سے حسد زائل ہو جائے گا۔ کم از کم بیس مرتبہ ایسا کرو۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج:۱، ص:۱۶۹)

بہت بولنے کا مرض اختیاری ہے

ایک صاحب انبالہ سے تشریف لائے اور عرض کیا کہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں اور میرے اندر بہت بولنے کا مرض ہے اس کا علاج چاہتا ہوں۔

فرمایا کہ زبان خود بخود چلتی ہے یا چلانے سے چلتی ہے؟

عرض کیا! اجی چلانے سے چلتی ہے۔

فرمایا کہ بھائی یہ تو تمہارے اختیار میں ہے مت چلاؤ۔ (حاضرین مجلس حیران تھے کہ حضرت نے ایک منٹ میں طالب کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور اتنے مشکل مرض کا علاج چٹکیوں میں کر دیا۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء   بہتر است صد سالہ طاعت بے ریا

(القول الجلیل، ج:۱، ص:۴۴، ۴۸ مطبوعہ تھانہ بھون)

نگاہ بد اختیاری ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کو اسی میں کلام تھا کہ نگاہِ بد اختیار میں نہیں، اس پر بہت ہی اصرار کرتے رہے، میں نے کہا کہ سوچو، تو بعد میں انہوں نے لکھا کہ واقعی میں غلطی پر تھا نگاہ اختیار میں ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ نفس سے تکلیف

گوارا نہیں ہوتی، نگاہ ہٹانے میں الجھن ہوتی ہے تکلیف گوارا نہیں کرتے نفس کے ساتھ ہو لیتے ہو تمہارا جو خیال ہے اس سے تو شریعت پر اعتراض لازم آتا ہے کہ اس نے ایسی چیز کا مکلّف کیا ہے جو اختیار میں نہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اس گفتگو کے وقت احقر بھی حاضر تھا، یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر عورت کی چھاتی پر سوار اور زنا کا مرتکب ہونے والا ہو، اس وقت بھی ہٹنا اختیار میں ہے گو مشقت چاہے جتنی ہو۔ کیونکہ اُس وقت بھی شریعت اس کو حکم کرتی ہے کہ اس سے باز آجاؤ، ایسی حالت میں اگر اختیار نہ مانا جائے اس سے تو نعوذ باللہ قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے، کیونکہ ارشاد ہے: لا یکلف اللّٰہ نفسا الخ سوچئے تو کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اور کہاں تک یہ بات پہنچتی ہے؟ (حسن العزیز، ج:۲، ص:۶۰ مطبوعہ ملتان)

نظر بد فعل اختیاری ہے، اس سے بچنا بھی اختیاری ہے

نظر بد فعل اختیاری ہے، اس لئے اس سے بچنا بھی اختیاری ہے گو اس میں تکلیف ہو، لوگوں سے تکلیف نہیں اٹھائی جاتی، مگر دوزخ کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ (جدید ملفوظات، ص:۱۷۶)

خرچ کم کرنا اختیاری ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ہم لوگوں کے کسی کام میں سلیقہ نہیں رہا کچھ ایسی بے حسی چھا گئی ہے، آمدنی کو دیکھو تو اس میں جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں، خرچ کو دیکھو تو اس میں موقع محل کا پتہ نہیں، اس کے متعلق میرٹھ کے ایک رئیس ایک عجیب بات کہا کرتے تھے کہ لوگ بڑے بے وقوف ہیں، جو چیز غیر اختیاری ہے یعنی آمدنی اس کے بڑھانے کی تو فکر کرتے ہیں مگر اور جو چیز اختیاری ہے یعنی کم خرچ کرنا اس کی فکر نہیں، بڑے کام کی بات کہی واقعہ یہی ہے کہ آمدنی مسلمانوں کی کچھ کم نہیں بشرطیکہ طریقہ سے ضرورت میں صَرف کریں تو کبھی پریشانی نہ ہو، گو کبھی خواہشوں میں تنگی ہو، پس وہ تنگی قابلِ برداشت ہے پریشانی قابلِ برداشت نہیں۔ (الافاضات الیومیہ، ج:۵، ص:۳۶۰)

ارادہ فعل اختیاری ہے

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے رڑکی میں دیانند سے کہا کہ مناظرہ کرلو، اس نے کہا عام جلسہ میں مناظرہ کرنے میں فساد کا خطرہ ہے، مولاناؒ نے فرمایا اب تو خلوت ہے ابھی کرلو، اس نے کہا کہ میں اس جگہ اس ارادہ سے نہیں آیا، فرمایا کہ ارادہ تو فعل اختیاری ہے اب کرلو، اس سے بالکل لاجواب ہوگیا۔

(الکلام الحسن ملفوظ نمبر ۷۵، معارف الاکابر ص ۲۷۴)

پریشانی کے اسبابِ اختیاریہ کو خود مول لینا سخت مضر ہے

جس پریشانی کا جلب وسلب اختیاری ہو اس کے اسباب کو خود پیدا کرنا سخت مضر ہے، اور جس کے اسبابِ جلب اختیاری نہیں لیکن دفع اختیاری ہے اس کے اسبابِ مدافعت کو اختیار نہ کرنا اور پریشانی میں مبتلا رہنا بھی مضر ہے، اور ایک پریشانی وہ ہے جس کا نہ جلب اختیار میں نہ سلب، یہ واقعی خیر ہے۔ (انفاس عیسیٰ، ج:۱، ص:۲۴۸)

سیرِ اختیاری میں موانع خود بخود رفع ہوتے ہیں

سیرِ اختیاری جس کو سلوک کہتے ہیں اس کی یہ حالت ہے کہ بندہ جب طلب میں قدم رکھتا ہے اسی وقت موانع[1] پیچھے ہٹنے لگتے ہیں یعنی خود بخود مرتفع[2] ہونے لگتے ہیں اور مقصود قریب ہونے لگتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے من تقرّب الیّ شبرًا تقرّبتُ الیہ ذراعاً ۔ الحدیث (انفاس عیسیٰ، ج:۱، ص:۴۱۶) یعنی جو بندہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے میں ہاتھ بھر اس کے قریب ہوتا ہوں۔

اُمورِ اختیاریہ سے متعلق دستور العمل

ارشاد (۱) اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے کچھ نہیں اسی پر مدار ہے تمام اصلاحات کا اور یہی ہے اصل علاج تمام کوتاہیوں کا،

---

[1] روکنے والی چیزیں [2] بلند

سارے افعال شرعیہ اختیاری ہیں ورنہ نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے، پس اختیار کا استعمال کرے گا تو کامیابی لازم ہے البتہ دشواری اور کلفت اول اول ضرور ہوگی، لیکن اس کا علاج بھی یہی کہ باوجود کلفت کے ہمت سے اور اختیار سے برابر بہ تکلف اور بجز کام لیتا رہے رفتہ رفتہ وہ کلفت مبدل بسہولت ہو جائے گی، سارے مجاہدے بس اسی لئے کیے جاتے ہیں کہ اختیار اوامر اور اجتناب نواہی میں سہولت پیدا ہو جائے اور اول اول تو ہر کام مشکل ہوتا ہے مگر کرتے کرتے مشق ہو جاتی ہے، پھر نہایت سہولت کے ساتھ ہونے لگتا ہے، جیسے حفظ کا سبق شروع میں دشوار ہوتا ہے مگر رٹتے رٹتے یاد ہو جاتا ہے اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھ کر ہمت ہار دی تو پھر کوئی صورت ہی نہیں کامیابی کی۔

(۲) مسئلہ اختیار کا اس قدر ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے اندر صفت اختیار کو وجداناً اور طبعاً محسوس کرتا ہے، چنانچہ جب وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے تو خجلت ہوتی ہے اگر وہ اپنے کو مجبور سمجھتا تو خجلت کیوں ہوتی، انسان تو انسان جانوروں تک کو اس کے اختیار کا ادراک ہوتا ہے، دیکھئے اگر کسی کتے کو لکڑی ماری جائے تو مارنے والے پر حملہ کرتا ہے نہ کہ لکڑی پر، اس کو یہ بھی امتیاز ہوتا ہے کہ کون مختار ہے کون مجبور؟ حضرت مولانا رومی نے نہایت سادہ اور سہل عنوان سے اس مسئلہ جبر و اختیار کو بیان فرمایا ہے۔

زاریٔ ما شد دلیل اضطرار خجلت ما شد دلیل اختیار

غرض نہ خالص جبر ہے نہ خالص اختیار، اختیار خالص نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ماتحت ہے اختیارِ حق کے مستقل اختیار نہیں ہے۔ غرض کہ سالک جب تک صفتِ اختیار کو استعمال نہ کرے گا اصلاح ممکن نہ ہوگی، مثلاً کسی میں بخل ہے تو نرا ذکر و شغل یا شیخ کی دعا و توجہ و برکت سے یہ رذیلہ ہرگز زائل نہ ہوگا، بلکہ نفس کی مقاومت ہی سے زائل ہوگا، گو ذکر و شغل وغیرہ معین ضرور ہو جائیں گے مگر کافی ہرگز نہیں ہو سکتے، اس طریقہ میں تو کام ہی سے کام چلتا ہے نری تمناؤں یا نری دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔

کار کن کار بگذر از گفتار کاندریں راہ کار باید کار

(۳) اگر چہ خیال ہو کہ بعض بزرگ کی توجہ سے بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہوگئی ہے تو یہ ایک قسم کا تصرف ہے، اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے، نہ بزرگی کے لئے لازم ہے۔ بہت سے بزرگوں میں تصرف مطلق نہیں ہوتا، نیز تصرف کے اثرات کو بقاء نہیں ہوتی، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص تنور کے پاس بیٹھ گیا تو جب تک وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے، مگر جیسے ہی وہ وہاں سے ہٹا تو پھر ٹھنڈا کا ٹھنڈا، بخلاف اس کے جو ہمت اور اعمال کے ذریعہ اثر ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے، اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کشتہ طلا کھا کر اپنے اندر حرارت غریزی پیدا کر لی ہو تو اگر وہ شملہ پہاڑ پر بھی چلا جائے تو تب بھی وہ حرارت بدستور باقی رہے گی۔

(۴) اگر یہ شبہ ہو کہ جبلت تو کسی کی بدل نہیں ہوسکتی پھر جبلی صفاتِ رذیلہ کی اصلاح کیونکر ہوسکتی ہے؟ تو خوب سمجھ لو کہ مادہ جبلی ہوتا ہے مگر فعل اختیار میں ہے، پس مادہ بیشک زائل نہیں ہوتا، مگر اس کے مقتضاء پر عمل کرنا نہ کرنا اختیار میں ہے، اور اسی کا انسان مکلف ہے اور بار بار اس مقتضاء کی مخالفت کرنے سے وہ مادہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔

(۵) شیخ کی دعا اور برکت کو اس میں بڑا دخل ہے یعنی اصلاح میں، لیکن اس کا درجہ محض اعانت کا ہے نہ کہ کفایت کا۔ جیسے عرقِ سونف کا مرتبہ مسہل میں کہ محض عرقِ سونف بلا مسہل کے کارآمد نہیں۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج:۱،ص:۱۵ تا ۱۷)

ہر قول اور ہر فعلِ اختیاری بغرض غایت ہوتا ہے

ہر قول اور ہر فعلِ اختیاری کسی نہ کسی غایت کے لئے مطلوب ہوتا ہے، پس ہر بات اور ہر کام میں یہ سوچنا چاہئے کہ اس کی غایت کیا ہے؟ جس بات اور جس کام کی کچھ غایت معلوم نہ ہو وہ فضول ہے، اور غایت معلوم ہو مگر مفید نہ ہو وہ بھی فضول ہے، اور اگر وہ غایت کوئی ضرر ہو لازم یا متعدی تو وہ کام مضر ہے، اس قاعدہ سے آپ کو اپنے افعال و اقوال کا حسن و قبح اور لغو یا مفید ہونا آسانی سے معلوم ہو جائے گا۔

سوال وہ کرو جس کی ضرورت ہو، بات وہ کرو جس کی کچھ غایت ہو، کام وہ

کرو جس کا کچھ مفید نتیجہ ہو، اور جس کام کی غایت معلوم نہ ہو اس کو چھوڑ دو، جس بات کا کچھ نتیجہ نہ ہو اس کے درپے نہ ہو، اس میں دین کی راحت تو ہے ہی واللہ دنیا کی بھی اسی میں راحت ہے، فضول باتوں سے ہی عداوت وبغض اور حسد وکینہ پیدا ہوتا ہے۔

(جمال الجلیل، ص:۴۲، ۴۸)

اُمورِ اختیاریہ میں دعا کی ضرورت

فرمایا کہ اُمورِ اختیاریہ میں بھی دعا کی سخت ضرورت ہے، ہر چند کے ان کا وجود اور ترتب بظاہر تدبیر اور اسباب پر مبنی ہے، لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ان اسباب کا جمع ہونا واقع میں غیر اختیاری ہے، مثلاً کھیتی میں ہل چلانا اور بیج بونا تو اختیاری ہے، لیکن پالا زیادہ پڑنا یا کوئی آفت آنا غیر اختیاری ہے اس کا علاج دعا کے سوا اور کوئی نہیں۔ (مہمات الدعا حصہ دوم ص:۳، معارف اشرفیہ ص:۷۲)

مکتوب مقلب بہ تسہیل الطریق

خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہو تو علاج ہی نہیں، باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں، اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں جو بہت لجاجت کے ساتھ ہو۔

(اشرف السوانح، ج:۲، ص:۱۰۳)

اعمالِ اختیاریہ کی سعی میں لگا رہے

خلاصہ یہ کہ اعمالِ اختیاریہ میں کمی نہ کرے اور ثمرات غیر اختیاریہ میں تفویض کرے، ان کے درپے اس قدر نہ ہو کہ فقدان پر غم کرنے لگے، البتہ جو اُن میں محمود ہیں ان کے لئے دعا کا مضائقہ نہیں، پھر حاصل ہوں تب، نہ حاصل ہوں تب، دونوں حال میں راضی رہو اور اختیاری اعمال میں لگے رہو، کیونکہ غم تو جب ہوتا ہے جب ان ثمرات

کا وعدہ ہوتا ہے، یہ وعدہ کہاں ہے؟ کہ ذوق وشوق بھی عطا کروں گا، ہاں حدیث میں اس کی دعا آئی ہے، تو ذوق وشوق کے واسطے دعا کرو، اس سے کام میں سہولت ضرور ہوتی ہے،، اس لئے اہلِ طریق نے کہا ہے کہ یہ احوال مقصود نہیں ہیں، ہاں محمود ہیں، جب محمود ہیں تو دعا کرو، اور جب مقصود نہیں اس کے فقدان سے پریشان نہ ہو نہ ان کا انتظار کرو، جیسے مقولہ مشہور ہے کہ الحائك اذا صلّی یومین انتظر الوحی (جولاہا جب دو دن نماز پڑھ لے تو وحی کا انتظار کرتا ہے) ایسے امور غیر اختیاریہ وغیر موعودہ کے متعلق حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی شکایت کرتا کہ حضرتؒ! ذکر سے نفع نہیں تو حضرتؒ فرماتے کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ خدا نے تم کو اپنا نام لینے کی توفیق دی اور اکثر یہ شعر پڑھتے ؎

یابم او را یا نیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

(آداب التبلیغ ملحقہ مواعظ دعوت وتبلیغ ص: ۱۳۵، ۱۳۶)

اختیاری کوتاہی کا علاج باعث مغفرت بن گیا

فرمایا کہ ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک تحصیل دار صاحب جو داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے شکار میں کسی گولی سے مر گئے، مرنے کے وقت کہنے لگے بڑے شرم کی بات ہے کہ خدا کے سامنے یہ صورت کیسے لیکر جاؤں، فوراً انہوں نے قینچی منگائی اور مونچھیں ترشوائیں اور کہا کہ داڑھی کا بڑھانا تو میرے اختیار میں نہیں مگر مونچھیں تراشنا تو میرے اختیار میں ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج:۲، ص:۱۱۳)

اعمالِ اختیاریہ کے رسوخ کی ضرورت

مجاہدہ اختیاریہ میں فعل کا غلبہ ہے اس لئے انوار زیادہ ہوتے ہیں، کیونکہ انوار کا ترتب عمل پر ہوتا ہے اور مجاہدہ اضطراریہ میں فعل کم ہوتا ہے، اس لئے اس میں نورانیت کم ہوتی ہے، لیکن اس میں انفعال کا غلبہ ہوتا ہے اس سے قابلیت بڑھتی ہے اور

اس انفعال و قابلیت کی خود اعمال اختیاریہ کا اثر راسخ ہونے کے لئے سخت ضرورت ہے، اس لئے بزرگوں نے ایسے مجاہدے بہت زیادہ کرائے ہیں۔

(اشرف المؤاعظ حصہ اول ملحقہ مؤاعظ موت وحیات، ص:۳۱۳)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا عجز اختیاری

میرا عجز معاملات اور یکسوئی تعلقات سے اختیاری ہے اضطراری نہیں، یعنی اوروں نے منع یا مجبور نہیں کیا میں نے خود اپنے آپ کو روک رکھا ہے اسی طرز میں مصلحت بہت ہے۔ (حسن العزیز جلد اول حصہ ۲ ص:۲۷۴ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ۶)

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اضطراری نہ تھا کہ اسباب ہی بند کر دیئے گئے ہوں، بلکہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا تھا کہ اگر چاہیں تو اُحد پہاڑ سونا بنا دیا جائے لیکن حضور ﷺ نے خود ہی اس کو پسند نہیں فرمایا۔

(حسن العزیز جلد اول حصہ ۲ ص:۲۷۴)

حق سبحانہ وتعالیٰ کے افعال اختیاری ہیں

رحم فرمانا اور بات ہے، حق تعالیٰ کے افعال اختیاری ہیں، حق تعالیٰ کی ذات پر رنج و انفعال کا تحقق محال ہے، کیونکہ واجب الوجود انفعال و تاثر سے پاک ہے ترحم وہاں بمعنی دل پگھلنے کے نہیں اور نہ غضب و قہر وہاں بمعنی جوش میں آجانے کے ہیں۔ گناہ گار پر حق تعالیٰ کو جوش نہیں آتا یعنی بے بسی نہیں ہے جیسے ہم کو کوئی ناگوار امر دیکھ کر بے اختیار جوش آجاتا ہے اگر ہم چاہیں بھی کہ جوش نہ آئے تو یہ ہماری قدرت میں نہیں، حق تعالیٰ کی ذات میں اس معنی کے غضب کا تحقق نہیں ہے بلکہ اختیار محض ہے اور باپ میں رنج کا ہونا طبعی اور غیر اختیاری ہے، یہ فرق ہوا حق تعالیٰ کے معاملے میں بندہ کے ساتھ اور باپ کے معاملہ میں بچہ کے ساتھ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا

ترحم گنہگار پر باپ سے بھی بڑھا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ بندوں میں بڑی سے بڑی رحم دلی یہ ہے کہ کوئی معافی مانگے تو معافی دیدیں یا کوئی چیز مانگے تو وہ اس کو دیدیں اور اس سے کشیدہ نہ ہوں اور خوش ہوں، اور حق تعالیٰ کے یہاں یہ ہے کہ جتنا کوئی زیادہ مانگے اور لپٹ کر مانگے اتنا ہی اس سے خوش ہوتے ہیں اور نہ مانگنے سے ناخوش ہوتے ہیں۔

(اول الاعمال ملحقہ مواعظ راہ نجات ص: ۲۸۷)

باب پنجم

امورِ غیر اختیاریہ کے بیان میں

حقیقت فعل غیر اختیاری

اُمورِ غیر اختیاریہ کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے اس سے سوائے پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور وہ حاصل نہ ہوں تو شکایت مت کرو، اور جو اُمورِ اختیاریہ ہیں ان کو اپنے ارادہ اور اختیار سے کرو جہاں تک اختیار کو دخل ہے اور جس درجہ میں وہ بھی اختیار سے خارج ہوں اس کے بھی پیچھے مت پڑو یہ اصول سالکین کے لئے بہت ہی کارآمد اور بالکل صحیح ہیں، ان کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب کوئی پریشان ہو چکا ہو، اس کے بعد اس کے کان میں یہ علوم پڑیں تو اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ پہلے مُردہ تھا اب زندہ ہوگیا۔ ایک اور مثال سنئے مثلاً کوئی تہجد کا شوقین ہے تو ظاہر ہے کہ تہجد کا قصد کرنا تو فعل اختیاری ہے لہٰذا اس کو چاہئے کہ ہمت کرے اور آنکھ کھلنے کا اہتمام کرے اور اس کی تدبیر بھی پوری طرح کرے، مثلاً کھانا ذرا سویرے کھاوے اور عشاء کی نماز پڑھ کر فوراً سو جاوے، اور کھانے میں دو چار لقمے کم کھاوے، پانی کم پئے، یہاں تک تو اس کے اختیار میں ہے، اب فرض کرو کہ کوئی شخص یہ سب تدبیریں کر کے سویا اور ارادہ تھا کہ تہجد پڑھیں گے مگر اس پر بھی آنکھ نہ کھلی، آنکھ اُس وقت کھلی جبکہ تہجد کا وقت ختم ہو چکا تھا تو

اب یہ روتا اور پریشان ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بڑا بدنصیب ہوں شائد مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے جو تہجد سے محروم رہا، لیکن اگر یہ بات اس کے کان میں پڑی ہوئی ہے تو بہت کام دیگی کہ امر غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے اس کے فوت ہونے سے کچھ ضرر نہیں ہوتا اس بات کے بتلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ فجر قضا کرادی تا کہ سالکین کو اس واقعہ سے تسلی ہوجائے، حدیث میں لیلۃ التعریس کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ ایک دفع مع لشکر کے سفر میں تھے رات کے آخری حصہ میں ایک میدان میں قیام کیا اور فجر کی نماز کے لئے جاگنے کا پُورا اہتمام کیا گیا، حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو اس وقت بیدار رہ کر پہرہ دے تا کہ صبح کے وقت ہم کو اٹھاوے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس کے لئے تیار ہوئے اور کجاوہ سے پشت لگا کر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے کہ فجر ہو تو میں اذان دوں اور سب کو اٹھاؤں، خدا کی قدرت کہ سب تو سو ہی رہے تھے انکی بھی آنکھ لگ گئی اور ایسے بے خبر سوئے کہ سورج نکلنے کے بعد سب سے پہلے حضور ﷺ کی آنکھ کھلی، لوگ گھبرا گئے اور پریشان ہوئے اور ڈر گئے کہ آج نماز قضا ہوگئی، خدا جانے کیا وبال آوے گا، حضور ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا گھبراؤ نہیں (سبحان اللہ کیسی عجیب تعلیم اور کیسا استقلال اور کیسا عرفان ہے) پھر فرمایا: لَا تَفْرِيْطَ فِي النَّوْمِ سونے میں کچھ تقصیر نہیں کیونکہ غیر اختیاری بات ہے اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ فِي الْيَقْظَةِ تقصیر تو بیداری کی حالت میں ہوتی ہے، اس کے بعد وہاں سے تھوڑی دور چل کر قضا نماز پڑھی۔ کیا ٹھکانہ ہے اس شفقت کا، خدا کی حکمت اور رحمت ہے کہ عمر بھر میں ایک دفعہ حضور ﷺ کی نماز بھی قضا ہوگئی اگر ایسا نہ ہوتا تو اہلِ سلوک تو ایسا واقعہ پیش آنے سے مر ہی جاتے، حق تعالیٰ نے ایک نظیر قائم کردی جس سے اہلِ سلوک کو تسلی ہوسکتی ہے کہ امام العارفین اور سلطان العابدین حضور ﷺ کو یہ بات پیش آئی تو ہم کیا چیز ہیں، اور حضور ﷺ کی تو فرض نماز قضا ہوگئی تھی تا بنفل چہ رسد۔ اس واقعہ سے اس امر کی پوری تائید ہوگئی کہ امر غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے، آدمی کو چاہئے کہ جتنا

ہو سکے مشق کرے۔ (اصلاح النساء ملحقہ مواعظ حقوق الزوجین ص:۲۸۴ تا ۲۸۶)

قُرب میں اُمورِ غیر اختیاریہ کو دخل نہیں

مطلب یہ کہ قُرب ماموربہ میں ان امور کو دخل نہیں کیونکہ قرب کی دو قسمیں ہیں ایک قرب ماموربہ جس کی تفصیل کا انسان مکلّف ہے، اس میں تو صرف امور اختیاریہ کو ہی دخل ہے، غیر اختیاری امور کو کچھ دخل نہیں ورنہ ماموربہ کا غیر اختیاری شئی پر موقوف ہونا لازم آئے گا، اور یہ نص لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (اللہ تعالیٰ کسی کو وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا) کے خلاف ہے۔

دوسرا قرب موہوب ہے جس کی تفصیل کا بندہ مکلّف نہیں کیا گیا بلکہ وہ وہب حق سے حاصل ہوتا ہے تو امورِ غیر اختیاریہ میں قرب موہوب کس طرح داخل ہوسکتا ہے جبکہ یہ قرب ہی خود اختیاری نہیں بلکہ غیر اختیاری ہے، تو غیر اختیاری میں کسی غیر اختیاری کا دخیل ہونا مستبعد نہیں۔ (العبرہ بذبح البقرہ ملحقہ مواعظ راہِ نجات ص:۴۳۱)

امورِ غیر اختیاری مقصود فی الدّین نہیں

جن چیزوں کی تحصیل تکمیل کا حکم ہے وہ ماموربہ ہیں اور اختیاری ہیں، اور جو اختیاری نہیں وہ ماموربہ نہیں نہ وہ مقصود فی الدین ہیں مگر جن چیزوں کی تکمیل کا امر ہے دعویٰ ان کی تکمیل کا بھی کوئی نہیں کرسکتا اور نہ ناز کرسکتا ہے کہ میری نجات کا مدار میرے اعمال پر ہے، نجات کا مدار فضل خداوندی پر ہے، واقعی اپنے اعمال کی بدولت کون جنت کو پاسکتا ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لن یدخل الجنة احد بعمله حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ولا انت یا رسول اللّٰہ کہ یارسول اللہ! آپ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللّٰہ برحمته یعنی نہ میں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں چھپالے اب کس کا منہ ہے اور کس شمار میں ہے، بس معلوم ہوگیا کہ ایسے خیالات ہی میں نہ پڑے، اپنے کام میں لگنا چاہئے اور یہ لگنا

ساری عمر کے لئے ہے، بس اسی میں اپنی عمر کو ختم کردے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش   تا دم آخر دمے فارغ مباش

وہ تو دربار ہی اور ہے وہاں تو ان نقائص ہی پر سب کچھ عطا ہوگا، وہ کاملین ہی کے خریدار تھوڑا ہی ہیں، وہ تو ناقصین کو بھی قبول فرمانے والے ہیں، اس لئے کہ جو کچھ عطا ہوگا اس کے مقابلہ میں ان ہمارے اعمال کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوگی، گو وہ قاعدہ سے کامل ہی ہوں، جو کچھ بھی ہوگا فضل اور رحمت سے ہوگا، وہاں ضابطہ کے کھوٹے اور کھرے کو نہ دیکھا جائے گا بلکہ طلب اور خلوص کو دیکھیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را   کہ بیک گل می خری گلزار را

اس لئے مایوس نہ ہو، جیسے ٹوٹے پھوٹے کی توفیق ہو کام میں لگے رہو، انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ عطا ہو رہے گا۔ (الافاضات الیومیہ ج:۴، ص:۲۸۰ تا ۲۸۱)

غیر اختیاری امور میں رحمت

در طریقت ہر چہ پیش سالک خیر اوست
در صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

لیکن آید کہا ہے آرد نہیں کہا، یعنی ایک تو آید ہوتا ہے اور وہ غیر اختیاری امور ہیں، وہ سب محمود ہیں اور ایک آرد اور وہ امور اختیاریہ ہیں، ان میں بعضے مذموم بھی ہیں۔ اس شعر میں اس کا ذکر نہیں، اور اس سے ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا یعنی مثلاً اگر کوئی شخص کہنے لگتا ہے کہ ہم سود لیتے ہیں اور یہ بھی ہر چہ پیش آید میں داخل ہے تو اس میں بھی خدا تعالیٰ کی مصلحت ہوگی۔ تو اس قاعدے سے اس شبہ کا جواب ہو گیا یعنی یہ حکم خدائی افعال میں ہے، تمہارے افعال میں نہیں۔ پس ہمارے اختیاری افعال میں تو اچھے برے دونوں ہوں گے۔ اور خدائے تعالیٰ کے جتنے افعال ہیں وہ سب رحمت محض ہیں۔ مثلاً کسی عزیز کا مرجانا یا قحط ہونا یا طاعون ہونا، اور اگر کوئی کہے کہ قحط تو گناہوں سے آتا ہے، علیٰ ہذا طاعون بھی، سو رحمت کیسے ہوا؟ تو صاحبو! یہ بھی تو رحمت ہے کہ تم

گناہوں سے صاف ہو گئے۔

اسی واسطے حدیث شریف میں ہے کہ طاعون مومن کے لئے رحمت ہے، کیونکہ اس سے تطہیر ہوگی، حدیث شریف میں ہے کہ ہر بیماری سے گناہ پاک ہوتے ہیں، بلکہ یہاں تک آیا ہے کہ اگر کوئی چیز رکھ کر بھول جائے تو اتنی پریشانی سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔ غرض ہر چیز جو ہمارے اختیار سے خارج ہو وہ ہمارے لئے رحمت ہے۔ پھر ایک بات یہ سمجھو کہ ہم خدا کے ہیں یا اپنے ہیں، ظاہر ہے کہ ہم خدا کے ہیں، اسی واسطے ارشاد ہے:

ولا تقتلوآ انفسکم

اگر ہم اپنے ہوتے تو ہم کو ہر تصرف اپنے نفس میں جائز ہوتا، تو کیا خدائے تعالیٰ کو یہ حق حاصل نہیں کہ اپنی چیز میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ عقل کا فتویٰ تو یہی ہے اور اسی واسطے اناللہ کی تعلیم فرمائی۔ جس میں لام تملیک ہے جس کا مقتضاء یہ ہے کہ اگر بالفرض ان احکام میں کوئی مصلحت بھی نہ ہوتی تب بھی ہم کو اس پر اعتراض نہ ہونا چاہئے تھا چہ جائیکہ ہر مصیبت میں نفع اور مصلحت بھی ہے۔

مصلحت قبض

یہاں تک مصائب ظاہرہ کا ذکر تھا، ان کے علاوہ ایک اور باطنی مصیبت ہے جو بعض ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو ذکر و شغل کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ مجاہدہ کرتے ہیں مگر کوئی نفع ان کے خیال میں محسوس نہیں ہوتا، مثلاً میلا ن الی الطاعۃ نہیں ہوتا، ذوق و شوق نہیں ہوتا، علیٰ ہذا جس سے وہ اس قدر تنگ آتے ہیں کہ اگر بے اختیاری کی حالت غالب ہوتی ہے تو اس قسم کے الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں۔

خستگاں راچو طلب باشد و قوت نہ بود

گو تو بیداد کنی شرط مروت نہ بود

لیکن اختیار سے ایسا کہنا جائز نہیں، اس آیت شریفہ سے اس کا بھی علاج سمجھ

میں آگیا ہوگا کہ اس وقت یہ سمجھنا چاہئے کہ ممکن ہے جس حالت کو تم مفید سمجھے وہ مفید نہ ہو حالاً یا مآلاً اور بالعکس اسی کو فرماتے ہیں۔

چونکہ قبضی آیدت اے راہ رو
آں صلاح تست آیس دل مشو
چونکہ قبض آمد تو دروی بسط بیں
تازہ باش و چیں میفگن برجبین

خلاصہ یہ کہ اس میں مصلحت ہوگی، چنانچہ نمونہ کے لئے ایک مصلحت تو میں بتلاتا ہوں، نیز بعض اوقات جو بسط میں حیرانی ہوجاتی ہے اس کو بھی بتلاتا ہوں، وہ نفع تو قبض میں یہ ہے کہ اس وقت اپنا ناکارہ ہونا بالکل پیش نظر ہوجاتا ہے اور بسط میں وہ ضرر یہ ہے کہ بعض اوقات عُجب پیدا ہوجاتا ہے کہ اب تو ولی ہوگئے، تو اس صورت میں قبض منجی ہے اور بسط مہلک ہے تو قبض کا عطا ہونا گویا ایک ایسی کیفیت کا عطا ہونا ہے جو سبب نجات ہے پس اس پر راضی ہونا چاہئے اسی کو فرماتے ہیں۔

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
تکیہ بر تقوے و دانش در طریقت کافریست
راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

باقی یہ کہ قبض کی حالت میں لذت نہیں رہتی، سو لذت خود مطلوب نہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

فراق و وصل چہ باشد رضاء دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

(قطع التمنی ملحقہ مواعظ تسلیم و رضا ص: ٦۳٦ تا ص: ٦۳۹)

ملکاتِ رذیلہ پر مؤاخذہ نہیں

ملکاتِ رذیلہ پر مؤاخذہ نہیں کیونکہ وہ غیر اختیاری ہیں افعال پر مؤاخذہ ہے جو اختیاری ہیں، ملکاتِ رذیلہ کے مقتضا پر بس عمل نہ ہونے دیں، باقی اس فکر میں نہ پڑے کہ ملکاتِ رذیلہ ضائع ہو جائیں کیونکہ وہ زائل نہیں ہوا کرتے البتہ مجاہدات اور تکرار مخالفتِ نفس سے مضمحل ہو جاتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ جبلّی ہیں اور جبلّت بدلا نہیں کرتی، البتہ افعال جبلّی نہیں، ان پر اختیار ہے کہ ان کا صدور نہ ہونے دے، اور نہ اس غم میں پڑے کہ میری جبلّت ہی کیوں ایسی ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ خالق بھی ہیں اور حکیم بھی، ان کی اس میں اللہ تعالیٰ کی سیکڑوں حکمتیں ہیں نیز رذائلِ نفس سے کون خالی ہے؟ کم وبیش سب میں موجود ہیں الّا ماشاء اللہ، کیونکہ نفس کی ساخت ایسی رکھی گئی ہے۔

لیکن جب وہ رذائل قوت سے فعل میں نہ لائے جائیں اور ان کا ظہور بذریعہ صدورِ اعمال نہ ہو تو کوئی مؤاخذہ نہیں، جیسے دیا سلائی میں سب مادّے جل اٹھنے اور بھڑک اٹھنے کے موجود ہیں لیکن اگر اس کو رگڑا نہ جائے تو چاہے جیب میں لئے پھریں کوئی اندیشہ نہیں، ہاں اس کی ہر وقت سخت احتیاط رکھنی ضروری ہے کہ رگڑ نہ لگنے پائے۔ (اشرف السوانح، ج:۱، ص:۴۶۶، ۴۶۷)

سالک کو اپنے کسی غیر اختیاری حال کو بُرا نہ سمجھنا چاہئے

سالک اپنے کسی غیر اختیاری حال کو بُرا نہ سمجھے بشرطیکہ شریعت پر مستقیم ہو، شریعت پر استقامت کے ساتھ جو حال بھی پیش آئے اس پر راضی رہے اور سب کو عروج ونزول پر محمول کرتا رہے یعنی کوئی حال عروج کا ہے اور کوئی حال نزول کا، دونوں نعمت ہیں۔ (الرفع والوضع، ص:۳۰)

غیر اختیاری اُمور میں مصالح ومنافع

جو حالت غیر اختیاریہ بھی پیش آئے خیر محض ہے اور اس میں بے حد منافع و

مصالح ہوتے ہیں، جو اُس وقت تو سمجھ نہیں آتے لیکن آگے چل کر ایک وقت میں سب خود بخود سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ (کمالات اشرفیہ، ص:۲۷۹)

کیفیات طبعیہ حسنہ غیر اختیاریہ مقصود نہیں

کیفیات طبعیہ حسنہ غیر اختیاریہ محمود تو ہیں لیکن مقصود نہیں، لہٰذا دعا کا تو مضائقہ نہیں لیکن ان کا منتظر رہنا خلافِ اخلاص اور بوجہ مخل یکسوئی اور شاغل عن المقصود ہونے کے مضر ہے۔ (اشرف السوانح، ج:۲، ص:۱۵۷)

امورِ غیر اختیاریہ کے پیچھے پڑنا پریشانی کا سبب ہے

اُمورِ اختیاریہ کا اہتمام کرو اور غیر اختیاریہ کا پیچھا چھوڑ دیں کیونکہ یہ نصف سلوک ہے بلکہ اگر تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو کُل ہی سلوک ہے، آج کل غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے کی وجہ سے لوگ بہت ہی زیادہ پریشان ہیں، سو اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی کی صحبت میں رہے، اُس کی صحبت میں رہ کر راہ معلوم ہوگی، اور منزل پر پہنچ جائے گا، مثلاً نماز میں ناواقفی سے جس حضور کو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہوا اب پریشانی ہوگی، دیکھنا یہ ہے کہ جس حضور کو تم چاہتے ہو وہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری، اختیار تو صرف اتنا ہے کہ نماز کی طرف قصد اور توجہ سے لگا رہنا، اب اس پر قطع خواطر کا ثمرہ یہ دوسری چیز ہے سو قصد اور توجہ تو اختیاری ہے اور ثمرہ مذکورہ غیر اختیاری پس اگر یہ ثمرہ نہ بھی مرتب ہو تب بھی حضور میسر ہے پریشان نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ غیر اختیاری چیز کبھی مقصود کے منافی نہیں ہوتی مثلاً ایک شخص عملاً سخی ہے مگر طبعاً بخیل تو طبعاً جو بخل ہے جب تک اس کے اقتضاء پر عمل نہ کرے گا یہ منافی مقصود کے نہیں کمالِ مقصود اس کو حاصل ہے، اور چند روز کی مقاومت سے وہ داعیہ الی الشر بھی مضمحل ہو جائے گا اور میں تو کہتا ہوں کہ اگر ساری عمر بھی یوں ہی گذر جائے اور وہ داعیہ مضمحل نہ ہو تب بھی نقصان کیا ہوا بلکہ اس کشمکش کی وجہ سے نفع ہوا کہ اجر بڑھ گیا۔ (الافاضات الیومیہ، ج:۲، ص:۳۲۸، ۳۲۹)

امورِ غیر اختیاریہ کے پیچھے پڑنے سے اندیشہ ضرر باطنی کا ہوتا ہے

آج کل لوگ غیر ضروری یا غیر اختیاری باتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایسا کوئی عمل بتلا دیا جائے کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے، یہ امر غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کے پیچھے پڑنے سے اندیشہ باطنی ضرر کا ہے، اور وہ ضرر یہ ہے کہ ایسی چیزیں موجب تشویش قلب ہو جاتی ہیں اور تشویش اس طریق میں سخت مخل مقصود ہے، دوسرے اگر زیارت بھی ہو جائے تو بیداری میں تو ہوگی نہیں، خواب میں ہوگی، اور خواب میں ہونے سے نفع مقصود کیا ہوا، کیونکہ اس سے کوئی اصلاح تو ہو نہیں سکتی جو کہ اصل مقصود ہے، یوں مطلق زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاشبہ برکت کی چیز ہے مگر اس زیارت سے جبکہ اصلاح نہ ہو مقصود نفع کیا ہوا، آخر کفار عرب کو حضور ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی مگر نفع کیا ہوا، بعض لوگوں پر محبت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس اشتیاق کا داعی وہی محبت ہے مگر نری محبت سے بھی کیا ہوتا ہے جب تک کہ اطاعت نہ ہو، دیکھئے ابو طالب کو حضور ﷺ سے کس درجہ محبت تھی اور حضور ﷺ کو بھی ان سے تھی مگر ایمان نہ لائے باوجود حضور ﷺ کی کوشش کے بھی بوقت انتقال کلمہ نہ پڑھا، پھر کیا نتیجہ ہوا، وجہ یہ ہے کہ وہ محبت محض طبعی تھی جو کام نہ آئی، اصل کارآمد چیز محبت عقلی ہے جو معین اتباع ہوتی ہے مگر آج کل ان حدود کی لوگوں میں رعایت ہی نہیں رہی۔ (الاضافات الیومیہ، ج:۲،ص:۲۳۴، ۲۳۵)

غیر اختیاری چیزوں پر مؤاخذہ نہیں

جو چیزیں غیر اختیاری ہیں، ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں، اس لئے کہ انسان غیر اختیاری کا مکلّف نہیں مثلاً نماز میں موضع سجود کے سوا دوسری چیزوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے، مگر ماحول میں جو چیزیں ہیں وہ بلا اختیار نظر آتی ہیں وہ مخل خشوع نہیں، گو ان کا انکشاف ضرور ہوتا ہے مگر بلا قصد ہوتا ہے اس لئے مضر نہیں، یہی حکم ہے وساوس غیر اختیاری کا، اگر دفع نہ ہو تو قلق نہ کرے۔

سیّد الطّائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرّہٗ کا ارشاد ہے کہ اگر وساوس کا ہجوم اور کسی طرح بند ہی نہ ہو تو اُس وقت یہ مراقبہ کرے کہ حق تعالیٰ کی کیا قدرت ہے کہ دل میں کیسی کیسی چیزیں پیدا فرمادی ہیں کہ دریا کی طرح امنڈ رہی ہیں، روکے نہیں رکتیں۔ بس اس مراقبہ سے وہ سب وساوس مرأۃ جمال الٰہی ہو جائیں گی، واقعی عجیب بات فرمائی آلہ بُعد کو آلہ قرب بنا دیا۔ (الافاضات الیومیہ، ج۲:ص۳۳۳)

راہِ طریق کا آسان خلاصہ

اس طریق میں افعال مقصود ہیں جو کہ اختیاری ہیں، انفعالات مقصود نہیں جو کہ غیر اختیاری ہیں۔ (الافاضات الیومیہ، ج۲:ص۱۲۲)

کیفیات امور غیر اختیاری ہیں

اگر ساری عمر بھی کسی پر کیفیات نہ طاری ہوں مگر وہ اعمال کی پابندی اور ان کی ادا کی کوشش وسعی میں لگا رہے تو اس کی عبادت میں ذرّہ برابر کوئی نقص نہیں، اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ کیفیات وغیرہ نہ اختیاری ہیں اور نہ مامور بہ۔ مامور بہ وہی چیزیں ہیں جو اختیاری ہیں، اور انسان ان ہی کا مکلّف ہے، اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ شیخِ کامل کی ضرورت ہے کہ وہ ان حقائق سے مطلع کرتا ہے اور غیر مقصود سے مقصود کی طرف لے جاتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ، ج۴:ص۳۶۷)

کیفیات کیوں نا قابلِ اعتبار ہیں

عوام کہا کرتے ہیں کہ میاں سماع تو وہ چیز ہے کہ سانپ کو مست کر دیتا ہے، میں کہتا ہوں یہی دلیل ہے کہ یہ کیفیت خاص قابلِ اعتبار نہیں کیونکہ کیفیت معتبر وہ ہے کہ خواص انسانی سے ہو اور جب سانپ اس سے متاثر ہوا تو معلوم ہوا کہ اس سے ایسی کیفیت ہوتی ہے جو انسان اور دیگر حیوانات میں مشترک ہے، کمالِ خاص انسانی تو وہ ہے جو تمام خلق پر فوقیت لے جائے، بلکہ ملائکہ پر بھی وہ کمال یہی ہے کہ اتباعِ کامل و

تہذیب نفس پیدا ہو، ہاں اگر کیفیاتِ انسانی بھی اتباع کے ساتھ پیدا ہو جائے وہ اچھا ہے کیونکہ نفس میں اشتعال پیدا کرتی ہے، اور معین ہو جاتی ہے اتباع پر جیسا کہ انجن میں آگ، گاڑیاں بلا آگ سے بھی چلتی ہیں مگر آگ سے زیادہ تیز چلتی ہیں۔

(اشرف المواعظ حصہ اول)

نسیان وخطا امر غیر اختیاری ہے

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ نسیان وخطا امر اختیاری ہے یا غیر اختیاری، ظاہر یہ ہے کہ غیر اختیاری ہے اور لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا الخ سے معلوم ہو چکا ہے کہ غیر اختیاری پر مؤاخذہ نہیں، پھر بعد رفع مؤاخذہ آئندہ کے لئے دعائے عدم مؤاخذہ کی تعلیم کے کیا معنی جبکہ مؤاخذہ کا احتمال ہی نہیں۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع خطا ونسیان اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ دوسری امتوں پر مؤاخذہ تھا اور یہ عقل کے خلاف ہے کہ دوسری امتوں کو تکلیف مالایطاق دی گئی ہو۔ نیز نص لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا میں نفسِ عام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تشریعیات میں تکلف مالایطاق کسی کو نہیں دی گئی، اور عقل بھی عموم کو چاہتی ہے، اس کے جوابات علماء نے مختلف دیئے ہیں مگر میرے ذہن میں جو جواب آیا ہے میں اس کو عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ خطرات ووساوس میں دو درجے ہیں ایک درجہ حدوث کا ہے وہ تو غیر اختیاری ہے اور ایک درجہ بقا کا ہے یہ بعض اوقات اختیاری ہوتا ہے مثلاً کسی اجنبیہ کا دل میں بلا قصد خیال آ گیا یہ تو غیر اختیاری ہوا۔

وسوسہ کا کچھ دیر تک باقی رہنا بعض اوقات اختیاری ہوتا ہے

مگر اس وسوسہ کا کچھ دیر باقی رہنا یہ بعض اوقات اختیاری ہوتا ہے اور یہ بقاء کبھی قصیر ہوتا ہے اور کبھی طویل، اور یہ بقاء اکثر ہوتا ہی ہے کیونکہ وسوسہ کا ایسا وقوع نادر ہی ہے کہ حدوث کے ساتھ ہی فنا ہو جائے، زیادہ بھی ہے کہ وسوسہ کچھ دیر کو ضرور باقی

رہتا ہے، مگر انسان کو اکثر بقاء قصیر کا احساس کم ہوتا ہے، بقاء طویل ہی کا احساس ہوتا ہے۔ (الفصل والانفصال ملحقہ مواعظ تدبیر وتوکل، ص:۱۹۷)

وساوس کا آنا امرِ غیر اختیاری ہے

فرمایا قلب کی مثال شاہی سڑک کی سی ہے جس پر امیر، غریب، رذیل سب ہی چلتے ہیں کسی کو یہ حق نہیں کہ ایک دوسرے کو روکے، اگر چمار اور بھنگی بھی چل رہے ہیں تو حرج ہی کیا ہے، وہ اپنے راستے جا رہے ہیں یہ اپنے راستے چلتا رہے، اسی طرح قلب کی ساخت ہی منجانب اللہ اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے بُرے سب ہی قسم کے خیالات کا ورد ہوتا رہتا ہے، کسی کو اس کے مطالبے کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی خیالات آیا کریں، بُرے خیالات بالکل آئیں ہی نہیں، اگر بلا اختیار بُرے خیالات آتے ہیں تو کیا ڈر ہے، ہاں قصداً بُرے خیالات نہ لائے، نہ قصداً ان کو باقی رکھے اور پھر اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے، خطراتِ منکرہ کی طرف التفات ہی نہ کرے۔ (اشرف السوانح، ج۱:ص۴۶۱)

وساوس کفریہ ہرگز مضر نہیں

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وساوسِ غیر اختیاریہ چاہے کفر ہی کیوں نہ ہوں اگر یہ شخص صراط مستقیم سے نہ ہٹے تو وہ گمراہ نہیں بلکہ میں توسّع کر کے کہتا ہوں کہ یہ عین قوّتِ ایمانیہ کی دلیل ہے کہ باوجود مزاحم کے پھر اس راہ پر لگا ہوا ہے، ایسی حالت میں گھبرانا نہیں چاہئے اور قوت وہمت کے ساتھ راہ طے کرتا ہوا چلا جائے تو بڑا اجر ہے، اور میں تو کہتا ہوں کہ مسلمان کی کوئی حالت غیر اختیاریہ ایسی نہیں کہ وہ محمود نہ ہو، اور اس پر اس کو اجر وثواب نہ ہو، اسی کو فرماتے ہیں۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

(الاضافات الیومیہ، ج۲:ص۸۰)

یعنی حق تعالیٰ کے راستے میں سالک کے آگے جو کچھ آئے خیر ہی خیر ہے، سیدھے راستے پر چلتے ہوئے کوئی گمراہ نہیں ہوتا۔

غیر اختیاری وساوس سے ڈرنا عبث ہے

آج کل ذاکرین کی ایک جماعت وساوس غیر اختیاری سے بہت ڈرتی ہے حتی کہ بعض کو جان دینے کی نوبت آگئی اور اس کی وجہ ان کا ذکاءِ حس اور خوف خدا ہے، اور یہ حالت فی نفسہٖ کوئی بُری نہیں، ان کو احساس تو ہے باقی، عوام تو ہاتھی کے ہاتھی نگل جائیں اور ذاکرین کی یہ حالت کہ مکھی بھی آبیٹھے تو ناگوار ہوتی ہے، وسوسہ گناہ نہیں مثلاً ایک آیت میں ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَاتُوَسْوِسُ بِهٖ (اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں) اس سے ظاہراً متبادر ہوسکتا ہے کہ وسوسہ بھی گناہ ہے حالانکہ حدیث میں صراحۃً موجود ہے تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِيْ مَاوَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا یعنی حق تعالیٰ نے میری امت کے قلبی وسوسوں کو معاف فرمادیا ہے، سو دونوں نصوص میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن اس تقریر سے تعارض رفع ہوگیا کہ وسوسہ گو گناہ نہیں، مگر منع اس وجہ سے کیا گیا کہ کبھی ذریعہ گناہ کا بن جاتا ہے اور یہ شریعت کا انتظام ہے کہ منہیات کے ذرائع سے بھی نہی فرمائی ہے، سو حدیث ظاہر حقیقت پر محمول ہے اور آیت میں جو کچھ وسوسہ کی بُرائی ظاہراً معلوم ہوتی ہے وہ بطور پیش بندی کے ہے، اور میں نے ظاہراً اس لئے کہا کہ اگر غور کیا جائے تو واقعی میں آیت میں وسوسہ پر وعید ہی نہیں بلکہ صرف اپنے احاطہ علمی کا بیان فرمایا ہے جیسا دوسری آیت میں ہے اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ (وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب آگاہ ہے کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے) یہاں وسوسہ کی بھی تخصیص نہیں بلکہ مطلق دل کی باتوں کے جاننے کو اس میں بیان فرماتے ہیں اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ آگے اس کی دلیل ہے اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ سبحان اللہ قرآن کی کیا بلاغت ہے، اسی واسطے بطور انکار اور تعجب کے فرمایا:

کیا خدا تعالیٰ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو نہ جانے گا اور دل کی باتیں بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں تو اس کو بھی ضرور جانے گا۔

اس سے ظاہری محسوسات کا علم بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔

(وعظ القاف ملحقہ مواعظ ذکر و فکر، ص ۱۰۰، ۱۰۱)

وسوسہ ریا غیر اختیاری ہے

ریا وہ ہے جو بقصد و اختیار ہو، اور وسوسہ وہ ہے جو بلا قصد و اختیار کے آئے، بس یہ وسوسہ ہرگز مضر نہیں، میں اکثر علماء و سالکین سے جو ریا کی شکایت کرتے ہیں اول یہ سوال کرتا ہوں کہ ریا اختیاری ہے یا غیر اختیاری، اگر وہ کہیں کہ ریا اختیاری ہے تو میں کہتا ہوں تم اپنے اختیار سے ریا کا قصد نہ کرو، اور اگر یہ کہیں کہ غیر اختیاری ہے تو میں کہتا ہوں کہ کیا شریعت نے امر غیر اختیاری سے نہی کو متعلق کیا ہے؟ اب وہ سمجھ جاتے ہیں کہ بلا اختیار جو چیز آتی ہے وہ ریا نہیں، تو میں یہ کہتا ہوں کہ ریا نہیں، بلکہ وسوسہ ریا ہے جو دل کے اندر نہیں بلکہ باہر ہے گو اندر ہی محسوس ہو جیسے آئینہ کے اوپر مکھی بیٹھی ہو تو وہ دور سے ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا اندر ہے، ایسے ہی یہاں سمجھو، اور اس سے ذرا اندیشہ نہ کرو، ذرا لاحول پڑھنے سے بھاگ جائے گا مگر اس کی لاحول یہ ہے کہ اس کی طرف التفات نہ کرو۔ (التعسیر للتعسیر ملحقہ مواعظ تدبیر و توکل، ص: ۳۰۸، ۳۰۹)

وسوسہ زنا مضر نہیں

قلب کی تمنا و اشتہاء پر بھی مؤاخذہ ہے مگر وہی جو بقصد ہو، اور بلا قصد ہو تو وسوسہ زنا کیا کفر و شرک کے وساوس بھی مضر نہیں۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج ۱: ص ۹۴)

وساوس غیر اختیار یہ مکمل ایمان ہیں

وساوس غیر اختیار یہ مُکمِل ایمان ہیں نہ کہ مزیل ایمان (ایمان ضائع کرنے والے) مکمل ایمان اس لئے ہے کہ وساوس کی مشقتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس صبر و تحمل پر مزید اجر ملتا ہے۔

وساوس کا آنا تو رحمت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ ذٰلِکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانُ (یہ تو واضح ایمان ہے) اور اس میں بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے عجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم تضرر (کسی قسم کا نقصان نہ ہونا) یقینی اور منصوص ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج:۱، ص ۹۳)

غیر اختیاری خیالات مضر نہیں

حضرت حکیم الامتؒ نے عارف باللہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوریؒ کو جواباً تحریر فرمایا ''کیا اب تک معلوم نہیں کہ غیر اختیاری خیالات مضر نہیں۔''

(سفر نامہ لکھنؤ ولاہور، ص:۳۵)

اسی طرح وساوسِ عشقیہ، وسوسہ عجب، وسوسہ ناشکری یا نماز اور ذکر میں وساوس کا آنا سب غیر اختیاری ہیں، اس لئے مذموم نہیں اور نہ ان پر مؤاخذہ ہوگا، مزید تفصیل کے لئے تربیت السالک باب ہشتم کا مطالعہ فرمائیں۔

عشقِ مجازی، جملہ وساوس، خمود سب غیر اختیاری ہیں

مؤاخذہ کا مدار اختیار پر ہے اور بے اختیار کے تو اگر رحمت بھی پیش آئے تو وہ رحمت ہے، جیسے عشقِ مجازی، وساوس اور خمود وغیرہ۔ غرض امور غیر اختیاریہ سے انسان کو پریشان نہ ہونا چاہئے۔ (المعرق والحریق ملحقہ مؤاعظ جزاوسزا، ص:۲۲۶)

نماز میں وساوس کا آنا غیر اختیاری امر ہے

نماز میں وسوسہ کا آجانا غیر اختیاری امر ہے، اور ظاہر ہے جو چیز انسان کے قبضہ سے باہر ہو ہاں نماز میں جان بوجھ کر وسوسہ لانا اور نماز میں اپنے ارادہ سے دوسری طرف توجہ کرنے کی ممانعت ہے۔

نماز کے الفاظ کو سوچ سوچ کر پوری توجہ سے ادا کریں، اور ایک ایک لفظ غور سے ادا کریں، جس طرح کچا حافظ پڑھتا ہے اور پڑھتے ہوئے ڈرتا ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں، بس اتنی توجہ کافی ہے اس کے باوجود خیالات آئیں تو معاف ہیں، لیکن نماز ہی

میں تنبہ ہو جائے کہ میں تو نماز پڑھ رہا ہوں تو پھر دوبارہ ایک ایک لفظ توجہ سے پڑھنا شروع کردے، وسوسہ کو تنبہ ہونے کے بعد باقی نہ رکھے، وساوس سے بددل ہو کر نماز پڑھنا نہ چھوڑیں، بلکہ وساوس سے خوشی کا اظہار کریں، شیطان کو علم غیب نہیں ہے وہ کسی مسلمان کی خوشی برداشت نہیں کرسکتا، اس طرح نماز میں وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا۔

غرض نماز کو بے فکری اور مشق سے نہ پڑھا جائے بلکہ ہر لفظ کو توجہ اور ارادہ سے نکالا جائے تو پھر وسوسے بہت کم آئیں، بلکہ چند روز میں آنا ہی بند ہو جائیں۔ البتہ اس طریق میں گرانی ضرور ہے، وجہ یہ ہے کہ توجہ اور فکر سے کام کرنا نفس پر گراں ہوتا ہے اسی کو فرمایا وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ نماز واقعی گراں ہے مگر خاشعین پر گراں نہیں۔ خشوع کے معنی ہیں قلب کا یکسو ہونا، پس ظاہر ہے جس شخص کو یکسوئی حاصل ہوگی اسے نماز گراں نہ ہوگی، کیونکہ گرانی کا منشاء یہی ہے کہ نفس آزاد رہنا چاہتا ہے اور نماز میں بہت پابندی ہے۔

اب رہا نماز میں خشوع حاصل کرنے کا طریقہ اس کا طریقہ بھی حق تعالیٰ نے اسی جگہ ارشاد فرمایا اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ یعنی (جن لوگوں کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے اور بلاشک وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں) جس کا حاصل یہ ہے کہ لقاء رب (اللہ تعالیٰ سے ملاقات) کا اعتقاد حاصل کرو، اس سے خشوع پیدا ہوگا، مگر اعتقاد سے مراد ہر وقت اس کا استحضار (ہر وقت یاد رہنا) رکھو جب ہر وقت اس کا استحضار رہے گا تو قلب میں دوسرے خیالات کم آئیں گے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ نفس ایک وقت میں دو باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کسی بات کی طرف بھی متوجہ نہ ہو، اس لئے نفس کو ایسے خیال میں مشغول رکھو جو نماز کے مناسب ہو منافی نہ ہو، اور وہ یہی خیال ہے لقاء رب (اللہ تعالیٰ سے ملنے) کا کیونکہ نماز میں بھی حق تعالیٰ کے سامنے حاضری ہوتی ہے تو جس کے دل میں یہ خیال جما ہوا ہوگا اس کو نماز گراں نہ ہوگی۔

(مظاہر الاقوال ملحقہ مواعظ اصلاح ظاہر، ص: ۳۱۳، ۳۱۴)

دیکھنا یہ ہے کہ جس حضور کو تم چاہتے ہو وہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری، اختیار تو صرف اتنا ہے کہ نماز کی طرف قصد اور توجہ سے لگا رہنا، اب اس پر قطع خواطر کا ثمرہ یہ دوسری چیز ہے، سو قصد اور توجہ تو اختیاری ہے اور ثمرہ مذکورہ غیر اختیاری، پس اگر یہ ثمرہ نہ بھی مرتب ہو تب بھی حضور میسر ہے پریشان نہیں ہونا چاہئے، اس لئے کہ غیر اختیاری چیز کبھی مقصود کے منافی نہیں ہوتی۔

وسوسہ غیر اختیاری پر استغفار کے اشکال کا حل

ایک طالب نے یہ اشکال پیش کیا کہ جب کوئی وسوسہ بلا اختیار آیا تو اتنی دیر غفلت ہوئی اس سے ہر بار استغفار کرتا ہوں، اب اشکال یہ ہے کہ جب غفلت بلا اختیار ہو تو وہ گناہ نہیں، اس سے استغفار کیسا؟ اور اگر استغفار نہ کروں تو اس کو بھی طبیعت نہیں مانتی۔

جواب تحریر فرمایا کہ وسوسہ اور اس کا جو لازم ہے غفلت جب غیر اختیاری ہو بایں معنی گناہ نہیں کہ اس پر مؤاخذہ نہیں، لیکن اپنی ذات میں نقص اور قبیح[1] ہے اور استغفار جیسا رافع[2] ذنب ہے ایسا ہی جابر[3] نقص بھی ہے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم غین[4] کے بعد جو آپ ﷺ کے مذاق میں کمال سے متنزّل تھا استغفار فرماتے تھے۔

(اشرف السوانح، ج ۲: ص ۱۴۹)

بدنظری امر غیر اختیاری نہیں

ایک طالب علم نے بدنظری کی شکایت کے ساتھ دعاء اور اصلاح کی درخواست کرتے ہوئے لکھا کہ ہر شئی حسین کو دیکھنے کے لئے طبیعت میں اس قدر تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ باوجود نیچی نظر کر لینے کے پھر نظر اٹھ جاتی ہے حالانکہ حضرت والا کے فرمان کے مطابق عذاب دوزخ وغیرہ کو سوچتا ہوں لیکن طبیعت کچھ ایسی مجبور ہو جاتی ہے جس کا رُکنا دشوار اور شاق نظر آتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی پکڑ کر دل کو ابھار رہا ہے اس فعل بد سے نہایت مجبور ہو گیا ہوں۔ جواب ارقام فرمایا:

---

[1] بُرا [2] گناہوں کا تدارک کرنے والا [3] نقص پورا کرنے والا [4] اندھیرا

''حرفاً حرفاً پڑھا، غیر اختیاری مصائب پر تو اجر ملتا ہے ان کے ازالہ کی دعا بھی کرتا ہوں، لیکن مصائب اختیاریہ یعنی معاصی پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی دعا ہوسکتی ہے کیونکہ اس کا ازالہ تو خود عبد کا فعل ہے، اس دعا کی تو یہ مثال ہے کہ اے اللہ! فلانا شخص فلاں کھانا کھانے لگے، فلاں کھانا نہ کھائے، اس دعا کے کیا معنیٰ؟ البتہ توفیق کی دعا ہوسکتی ہے وہ بھی جبکہ فاعل اسباب کو جمع کرے اور اعظم اسباب قصد و ہمت ہے اور اس کے متعلق جو عذر لکھا ہے بالکل غلط ہے، سو چو کہ اگر ایسے موقع پر نفس میں تقاضا شدید ہو تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہارے اس نظر اٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس وقت تم ایسی بے حیائی کر سکتے ہو؟ اور اگر تم کر سکتے ہو تو تم لاعلاج ہو۔ اور اگر نہیں کر سکتے تو معلوم ہوا کہ نظر از خود نہیں اٹھتی، نہ مجبوری ہوتی ہے، نہ رُکنا شاق ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ابھارتا ہے سب کچھ تم ہی کرتے ہو تو اس کے خلاف پر بھی تم قادر ہو، یہ عذر ویسا ہی بیہودہ عذر ہے جیسا ایک شاعر نے بکواس کی ہے۔

بے خودی میں لے لیا بوسہ خطا کیجئے معاف
اس دلِ بیتاب کی صاحب خطا تھی میں نہ تھا

(اشرف السوانح ج ۲: ص ۱۳۳، ۱۳۴)

بدنظری کا ایک درجہ غیر اختیاری بھی ہے

بدنگاہی میں ایک درجہ میلان کا ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اس پر مؤاخذہ نہیں اور ایک درجہ اس کے مقتضاء پر عمل کرنے کا یہ اختیاری ہے اس پر مؤاخذہ بھی ہے اور اس عمل میں قصداً دیکھنا اور سوچنا یہ سب داخل ہے، اور اس کا علاج کف نفس اور غض بصر (آنکھوں کو نیچے رکھنا) ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج ۱: ص ۱۳۹)

غصہ کا آنا امر غیر اختیاری ہے

سرعت غضب امر طبعی ہے اس لئے اختیار سے خارج ہے البتہ اس کے مقتضا پر عمل جبکہ حدود سے تجاوز ہو جائے مذموم ہے اور اس کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں اس ہمت میں مغضوب علیہ (جس پر غصہ آیا ہے) کا فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا، اپنی خطاؤں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بھی بہت معین ہے، اور نرمی وغیرہ مدت تک تکلّف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہئے، مدت کے بعد ملکہ ہوگا، ہمت نہ ہارے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج ۱: ص ۱۶۶)

بُھلانا امر غیر اختیاری ہے

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کو ایک عامل نے حب کا تعویذ سکھلایا اور پھر اپنا قصہ عملی بیان کیا کہ میں نے اس عمل کی آزمائش کی اور پھر اس عمل کو بھلا دیا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا سے بلا واسطہ سنا ہے، یہ مولانا کی کرامت ہے، ورنہ بھلانا تو بظاہر قدرت سے باہر ہے۔ (خیر الافادات، ص ۱۲۳)

بقول شاعر ؎

انہیں بھولنے کی ہے بے سود کوشش
انہیں بھولنا ہے انہیں یاد کرنا

محبت طبعیہ غیر اختیاری ہے

یہ جو آتا ہے حدیث میں لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہ ہوگا جب تک میں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں) سے یہاں پر مراد محبت محبت عقلیہ کاملہ مفضی الی الطّاعۃ الکاملہ (کامل عقلی محبت جو کامل اطاعت کی طرف پہنچائے) ہے۔ محبت طبعیہ مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ محبت

طبعیہ غیر اختیاری ہے اگر اس کو شرط ایمان کہا جائے تو ایمان غیر اختیاری ہو جائے گا حالانکہ ایمان مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے، محبت عقلیہ کو دوام ہوتا ہے اور ہمیشہ ترقی کرتی رہتی ہے بخلاف محبت طبعیہ کے اس کا دوام بھی غیر اختیاری ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج۲: ص۲۸۱، ۲۸۲)

سکون ودلجمعی غیر اختیاری ہے

ایک بیوہ نے لکھا کہ شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ سال گزر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں ہوتی۔

تحریر فرمایا کہ سکون مطلوب ہی نہیں، عمل مطلوب ہے ظاہری بھی باطنی بھی، باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو مثلاً صبر اختیار میں ہے، وہی مطلوب ہوگا، سکون ودلجمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہوگا۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج۲: ص۱۰۱)

معافی کے بعد دل ملنا غیر اختیاری ہے

معافی کے دو درجے ہیں ایک تو معافی یعنی انتقام نہ لینا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں، دوسرا درجہ یہ کہ معافی کے بعد دل ملنا اول اختیاری ہے ثانی غیر اختیاری جس پر ملامت نہیں۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج۲: ص۲۱۹)

رنج رفع کرنا غیر اختیاری ہے

معافی تو اختیاری چیز ہے مگر رنج کا رفع کرنا اختیاری نہیں، وہ صاحب جرم کے اختیار میں ہے کہ ایسے اسباب جمع کردے جن سے رنج جاتا رہے۔

(الافاضات الیومیہ ج۴: ص۴۰۲)

بڑا بننا اپنے اختیار میں نہیں

سب سے بڑھ کر فخر دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اگر بڑا بننا کوشش سے ہوتا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنتے۔ خود آپ ﷺ کو اس کی نسبت ارشاد ہے:

وَ کَـذٰلِكَ اَوۡ حَیۡنَا اِلَیۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ وَلٰکِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا

اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس کو نور بنا دیا کہ اس کے ذریعہ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت کرتے ہیں۔

بڑا بننا جب انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں نہیں تو اوروں کی کیا ہستی ہے۔

اۓ بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تاراہ بیں نباشی کے راہ برشوی

مگر اب پہلے ہی سے پیر بننے کی فکر ہوتی ہے دیکھو پہلے ہر شخص پہلے بیٹا بنتا ہے مگر اس کو خبر نہیں ہوتی کہ باپ بھی بنوں گا جس طرح بیٹا بننے کے بعد باپ بننا اختیار میں نہیں اسی طرح یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص پیر بھی بن جائے۔

(التصدی للغیر ملحقہ مواعظ حدود وقیود، ص: ۳۶۸، ۳۶۹)

غیر اختیاری عارض سے عمل کا ثواب کم نہیں کیا جاتا

یہ ان کی رحمت ہے کہ جو بظاہر اعمال میں کمی ہوتی ہے وہ صورۃً کمی ہے حقیقۃً کمی نہیں اس وقت اس کا مراقبہ کرے کہ میرے لئے یہی بہتر ہے جو اس طرف سے تجویز ہوئی ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج ۲: ص ۳۰) عارف باللہ سیدی حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہٗ (خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ) نے ایک مرتبہ اپنے عریضہ میں حضرتؒ کو لکھا کہ علالت کی وجہ سے جملہ معمولات گڑ بڑ ہوگئے، حضرت حکیم الامتؒ نے جواباً تحریر فرمایا نہیں بلکہ بڑھ چڑھ ہوگئے کیونکہ معمولات کا ثواب گھٹا نہیں اور بیماری کا ثواب بڑھ گیا۔

باطنی امور میں حدود غیر اختیاری ہیں

ظاہری امور میں تو حدود اختیاری ہیں ان سے خود بچنا چاہئے اور باطنی امور میں حدود غیر اختیاری ہیں ان کے لئے حق تعالیٰ سے دعا کرنا چاہئے اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور دعا فرمایا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ شَوْقًا اِلٰی لِقَائِكَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّاءِ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ

اے اللہ! مجھے اپنی لقاء کا شوق عطا فرما جس میں نہ کوئی ضرر ہو اور نہ کوئی فتنہ مضلہ ہو۔

البتہ باطنی امور میں اتنی بات اختیاری ہے کہ اپنی طرف سے کوئی درجہ اپنے لئے تجویز کر کے اس کی تمنا نہ کرے، بلکہ حق تعالیٰ پر تفویض کر دے امید ہے کہ یہ نمونہ تمام حدود کے لئے کافی ہو جائے گا۔ (حرمات الحدود ملحقہ حدود و قیود، ص:۱۸۳)

مقصود میں مشغولی اور امر غیر اختیاری

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ایک شخص مقصود میں مشغول ہے، مگر غیر مقصود کی طرف مشغولی کا خیال آتا ہے تو کیا یہ مذموم ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ غیر اختیاری ہے تو کچھ بھی مضر کام نہیں، محمود اور مذموم ہونے کا مدار اختیاری اور غیر اختیاری ہونے پر ہے، اگر غیر اختیاری ہے تو وہ مذموم نہیں، اور اگر اختیاری ہے تو مذموم ہے۔

(الافاضات الیومیہ، ج۳: ص۲۸۹)

خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت بندہ کے اختیار سے باہر ہے

خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہونا یہ نعمت بھی ایسی ہے کہ اس کا حصول محض حق تعالیٰ کے فضل پر ہے بندہ کے اختیار سے باہر ہے، اگر ساری عمر میں ایک بار بھی نصیب ہو جائے تو بھی اس کا فضل ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ایک حالت تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی زیارت کی تمنا ہو اور ایک درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے وہ یہ کہ بندہ اپنے آپ کو اس قابل ہی نہ سمجھے کہ ان کو جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ (حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ) کی خدمت میں جب کوئی شخص عرض کرتا کہ حضرت کوئی ایسا وظیفہ بتلائیے کہ جس سے جناب رسول مقبول ﷺ کی خواب میں زیارت ہو جائے تو حضرت حاجی صاحبؒ ارشاد فرماتے کہ بھائی تمہارا بڑا حوصلہ ہے جو تم ایسی بات کہتے ہو، باقی ہم تو اپنے لئے اس کو بھی بڑی نعمت سمجھتے ہیں کہ گنبد خضراء ہی کی زیارت نصیب ہو جائے اور اس قابل ہم ہیں کہاں کہ ہم کو رسول اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔

(الافاضات الیومیہ، ج ۹: ص ۱۲۵ تا ۱۲۷ ملخصا)

کشف غیر اختیاری ہے

انوار کا نظر آنا یہ کشف ہے اور کشف اختیاری نہیں۔ (مقالات حکمت، ص: ۵۴)

انسان امورِ غیر اختیاریہ کا مکلّف نہیں

عرض کیا گیا کہ حضرت ہزار ہا عیوب ہیں کبھی عُجب ہوتا ہے، کبھی کچھ کبھی کچھ۔

فرمایا کہ قصد اذہاب ضروری ہے ذہاب ضروری نہیں ازالہ کی کوشش اور قصد کرنا چاہئے، باقی ازالہ ہو جانا یہ اپنے اختیار کا نہیں، انسان امورِ غیر اختیاری کا مکلّف ہی نہیں ہے۔ (مقالات حکمت، ج ۱: ص ۱۷۳)

حلال محبت غیر اختیاری مضر نہیں

حلال محبت کا انہماک اگر غیر اختیاری ہو اور اس سے اعمال ضروریہ دینیہ میں خلل نہ آئے ذرا بھی دین میں مضر نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ محبت طبعی ہے اور اللہ

تعالیٰ کی محبت عقلی، تو دونوں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں، اس انہماک سے فکر وغم میں پڑنا دلیل اس کی ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت قلب میں ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج ا: ص ۱۴۸)

جہاد میں غیر اختیاری کانپنے پر اجر

حدیث میں ہے کہ جب جہاد میں مؤمن کا قلب کانپنے لگے مگر جہاد کو ترک نہ کرے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ خشک ہو کر جھڑ جاتی ہے، اس بزدلی پر بھی اجر ملنے سے معلوم ہوا کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں، غرض جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں اسی کو اپنے لئے غنیمت جانے اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کرے۔

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطافت

(انفاسِ عیسیٰ، ج ا: ص ۱۴۸)

بلا اختیار خود کو بڑا سمجھنا مذموم نہیں

کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے، یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضا پر عمل نہ ہو یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے اور دوسرے کے ساتھ تحقیر کا برتاؤ نہ کرے اور اگر اپنے آپ کو ظاہراً یا باطناً اس طرح کہ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے یہ تکبر ہے، پس تکبر اختیاری ہے اور اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہوتا ہے اور یہی علاج ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج ا: ص ۱۸۴)

حُزن غیر اختیاری خود بخود معلوم ہو جاتا ہے

جو حُزن غیر اختیاری ہے وہ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے، اختیاری اور غیر اختیاری افعال میں فرق ہوتا ہے حقیقت میں بھی، اور اثر میں بھی، اور ان کے صدور سے

کبھی قلب پر کدورت نہیں ہوتی، گو طبعی اثر ہو مگر وہ کدورت نہیں، حُزن ان چیزوں سے اختیاری ہو جاتا ہے یعنی اپنے خیال کو اس میں دخل دینا، فکر کرنا، غور کرنا وغیرہ، اور حزن اضطراری تو اتنی بڑی دولت ہے کہ اس سے قلب میں استعداد پیدا ہوتی ہے وصول الی الحق کی، کیونکہ اس سے موانع اصول مرتفع (ختم) ہوتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ، ج ۲: ص ۲۷)

حُزن غیر اختیاری سے ترقی باطن

حُزن سے عبدیت، شکستگی پیدا ہوتی ہے کہ بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں یا پگھل رہے ہیں اور یہ خود ایک مستقل مجاہدہ بھی ہے کہ تکلیف پر اجر کا وعدہ ہے، ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ سفر کی وجہ سے معمولات پورے نہ ہو سکے، اور اس پر قلق اور حُزن ظاہر کیا تھا، میں نے لکھ دیا کہ اصلاح میں جو کمی تھی وہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پوری کر دی، وہ کمی یہ کہ کبھی اس ناغہ نہ ہونے سے اعمال میں عجب پیدا ہو جاتا ہے تو اس ناغہ میں اس عجب سے حفاظت ہوگئی مگر اس سے مراد ہر حُزن اور گریہ نہیں بلکہ جس حزن اور گریہ پر اجر ہے وہ وہ ہے جو غیر اختیاری ہو، مثلاً کوئی مصیبت آپڑی یا یہ کہ اعمال کے متعلق سعی میں لگا ہوا ہے کام کر رہا ہے اور پھر اتفاقاً بلا قصد کے اس کے خلاف صدور ہو گیا اس پر حُزن ہے، غم ہے گریہ ہے، یہ ہے وہ حُزن جو دس گھنٹے کا حُزن اور گریہ دس برس کے مجاہدہ سے زیادہ کام بنانے والا اور فضیلت رکھنے والا ہے۔

(الافاضات الیومیہ، ج ۲: ص ۳۱)

مصائب اور حُزن غیر اختیاری سے مقبولیت عند اللہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے

مصائب اور حُزن غیر اختیاری سے مقبولیت عند اللہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے گو مقبولیت پیدا ہوتی ہے اعمالِ صالحہ سے، مگر خود مصائب اور حُزن غیر اختیاری پر ثواب

ملتا ہے، جس سے درجات بلند ہوتے ہیں کیونکہ مصیبت اور حزن کا خاصہ ہے کہ اس سے انکساری کی شان پیدا ہوتی ہے۔ (القول الجمیل، ص:۳۶)

وعدہ اجر صرف مصیبت اختیاریہ میں ہے

وعدہ اجر کا ہر مصیبت پر نہیں صرف مصیبت غیر اختیاریہ پر ہے جیسے خودکشی مصیبت ہے مگر اس پر بجائے اجر کے عقوبت ہوگی، کیونکہ یہ مصیبت مکتسبہ ہے، اسی طرح کسی عمل کا قبول نہ ہونا کسی اختیاریہ کوتاہی کا سبب ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج۱: ص۱۲۴)

مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل

مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل کبھی تو اختیاری ہوتا ہے اس کا تدارک بھی اختیاری ہے، تدارک کرنا چاہئے اور کبھی غیر اختیاری کہ قلب ایسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ذہول اور غفلت کی وجہ سے دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی۔ فرمایا تو اس سے کوئی ضرر دینی نہیں اور مہتم بالشان ایسے ہی ضرر سے بچنا ہے۔

(انفاسِ عیسیٰ، ج۲: ص۱۹۹)

سماوی مصائب غیر اختیاری ہیں

سماوی (آسمانی) مصائب جو انسان پر آتے ہیں یہ تو غیر اختیاری ہیں، اور ارضی جس قدر مضرتیں ہوتی ہیں یہ اکثر اپنی غفلت کے سبب سے حتیٰ کہ زوال سلطنت بھی غفلت ہی سے مسبّب ہے۔ (الافاضات الیومیہ، ج۲: ص۲۸۹)

دنیوی مصائب شامتِ اعمال کا نتیجہ ہیں

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝

(الشوریٰ: آیت ۳۰)

تم کو اے گنہگارو! جو کچھ مصیبت (حقیقۃً) پہنچتی ہے تو وہ تمہارے

ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے۔
(اور پھر ہر گناہ پر نہیں بلکہ بعض بعض گناہوں پر) اور بہت (سے گناہوں) سے تو درگزر ہی کر دیتا ہے (خواہ دونوں جہان میں یا صرف دنیا میں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَاتَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج

(فاطر: آیت ٤٥)

اور اگر اللہ تعالیٰ (ان) لوگوں پر ان کے اعمال (کفریہ) کے سبب (فوراً) داروگیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا۔

کیونکہ کفار تو کفر سے ہلاک ہو جاتے اور اہل ایمان بوجہ قلت کے دنیا میں نہ رکھے جاتے اور دوسری مخلوقات اس لئے کہ غایت ان کی تخلیق انتفاع بنی آدم ہے، جب یہ نہ ہوتے تو وہ بھی نہ رہتے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو میعاد متعین (یعنی قیامت) تک مہلت دے رہا ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آفات ارضی و سماوی کا سبب ہمارے گناہ ہیں۔

جب میں کہتا ہوں الٰہی صورتِ احوال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ

کیونکہ ہمارا کوئی وقت گناہ سے خالی نہیں کیونکہ گناہ کا خلاصہ ہے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا، اب دیکھو کہ ہمیں کس کس بات کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اور کن کن کاموں سے منع فرمایا ہے (تفصیل التوبہ ص:۵) اور ہم ان میں کتنے امور کی پابندی کر رہے ہیں، بعض لوگوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہائے ہم سے کونسا گناہ ہو گیا، لوگوں کے اس تعجب پر تعجب ہوتا ہے کہ ہم میں وہ کون ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی گناہ

میں مبتلا نہیں رہتا تو تعجب تو ہر وقت آفات میں مبتلا نہ رہنے پر کرنا چاہئے تھا۔ (ترک المعاصی: ص۵) نہ کہ کبھی کبھی مصیبت میں مبتلا ہونے پر اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ٥ (التوبہ: آیت ۳۱) یعنی اور کیا ان کو دکھائی نہیں دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنسے رہتے ہیں، پھر بھی باز نہیں آتے، اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں۔

گناہوں کے باعث چند آفاتِ ارضی کی مثالیں

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے پانچ چیزیں ہیں، میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ان کو پاؤ، جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی[1] الاعلان ہونے لگیں گے، وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو اِن کے بڑوں کے وقت میں کبھی نہیں ہوئیں، اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہوں گی، اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جائے گا ان سے باران[2] رحمت، اگر بہائم[3] بھی نہ ہوتے تو بھی ان پر بارش نہ ہوتی اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرمادے گا اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو غیر قوم سے۔ پس بجبر[4] لے لیں گے ان کے اموال کو۔ (ابن ماجہ، حیٰوۃ المسلمین: ص۳۴۰) اسی طرح حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: بے شک آدمی محروم ہو جاتا ہے رزق سے گناہ کے سبب جس کو وہ اختیار کرتا ہے۔ (حیٰوۃ المسلمین: ص۳۴۶)

باطنی مصیبت بھی بعض اوقات گناہوں کے سبب ہوتی ہے

اسی طرح مصیبت باطنی بھی مثل قبض کے کبھی گناہ کے سبب ہوتی ہے اور روح

---

[1] کھلم کھلا [2] رحمت کی بارش [3] جانور [4] زبردستی

میں ہے کہ یہ اہل ذنوب[1] کی ہے اور غیر اہل ذنوب پر مصیبت رفع درجات کے لئے یا کسی اور حکمت کے لئے بھی آتی ہے۔ اور اسی طرح قبض بھی بعض مصالح باطنیہ کے لئے ہوتا ہے۔ (مسائل السّلوک من کلام ملك الملوك)

غیر اختیاری مصیبت نعمت ہے

امور اختیاریہ عبد[2] تو خیر اور شر دونوں میں ہیں اور غیر اختیاری جو محض من جانب اللہ ہے وہ خیر محض ہے اسی لئے عارفین نے اپنے متعلقین کو یہ تعلیم کی ہے۔

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
در صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

(سچی درویشی کے راستہ میں چلنے والے کے سامنے خدا کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ بہتر ہی ہوتا ہے، اے دل صراط مستقیم میں کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا)۔

تو جو پیش آئے سب کو خیر سمجھے خواہ بیماری ہو یا دشمن کا اپنے اوپر غلبہ آنا ہو یا فقر فاقہ ہو یا اور کوئی مصیبت ہو سب میں بہتری ہے مگر یہ بہتری ایسی ہے جیسے دوا کی بہتری شفیق ماں باپ تو جانتے ہیں کہ حلق سے اترتے ہی تریاق کا کام کرے گی لیکن بچہ نہیں سمجھتا بلکہ ماں باپ کو اپنا دشمن سمجھتا ہے کہ انہوں نے دوا پلادی۔

بچے کے علم کو جو تفاوت[3] ماں باپ کے علم سے ہے اس سے بہت زیادہ تفاوت بندہ اور خدا کے علم میں ہے، تو خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ جس حادثہ کو بندہ مصیبت سمجھ رہا ہے اس میں کیا کیا حکمتیں مخفی[4] ہیں چنانچہ فرماتے ہیں عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تم لوگ ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور درحقیقت وہ تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے۔ (تادیب المصیبت ملحقہ مواعظ مفاسد گناہ، ص: ۳۰۳، ۳۰۴)

کون سی نعمت اور مصیبت

نعماء[5] میں اگر توفیق شکر میسر ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ نعماء اس شخص

---

[1] گناہ گار [2] وہ کام جو انسان کے اختیار میں ہیں۔
[3] فرق [4] چھپی ہوئی [5] نعمتیں

کے حق میں خیر ہیں، اور اگر غفلت ہو تو یہ علامت ہے کہ اس کے لئے ابتلا[1] ہے اور مصائب میں اگر صبر کی توفیق ہو تو یہ بھی خیر ہے اور جزع فزع[2] اور شکایت نشان ہے اس کا کہ اس کے حق میں یہ خیر نہیں۔ (الکلام الحسن، ج ۲: ص ۸۰، ۸۱)

عارفین پر جو مصائب و آلام نظر آتے ہیں وہ صورۃً مصیبت ہے، حقیقۃً نہیں، کیونکہ وہ ہر حال میں راضی بہ رضائے الٰہی رہتے ہیں، بقول سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ؎

خوشا حوادث پیہم خوشا یہ اشک رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم پھر اس غم کا کیا غم ہے

غیر اختیاری اُمور کا علاج

۱۔ غیر اختیاری امور کے لئے صرف دعا طریق ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ، ج ۱: ص ۱۱۴)

۲۔ جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائیں اور جو امر غیر اختیاری پیش آئے اس میں ذرا جنبش نہ کریں، نہ کچھ تجویز کریں، بس خدا کے سپرد کر کے خاموش رہیں۔

(انفاسِ عیسیٰ، ج ۲: ص ۶۷)

۳۔ مقصود کے معنی ہیں قصد کیا گیا، تو اب یہاں دیکھنا چاہئے کہ قصد کس چیز کا ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ قصد ہوتا ہے اختیاری چیز کا، اور کام اختیاری ہے، اور ثمرہ مثلاً نوکری غیر اختیاری تو مقصود کام ہوا، پس اسی کی طرف توجہ ہونی چاہئے، تو حضرت! راحت اسی میں ہے کہ ثمرہ کا بھی قصد نہ کرے بس کام کئے جائے البتہ ثمرہ کے حصول کے واسطے دعا کرے اور دعا کی ضرورت اس واسطے ہے کہ ثمرہ کی بھی حاجت ہے اور حاجت کے لئے دعا موضوع ہے۔ (القول الجمیل، ج ۱: ص ۶۰)

۴۔ اسباب غیر اختیاری میں دعا کی ضرورت ہے

دو قسم کی چیزیں ہیں، ایک وہ جو بالکل ہمارے اختیار میں نہیں اور مطلوب

---

[1] امتحان [2] رونا پیٹنا

من العباد نہیں ہیں، اور دوسری وہ کہ ان کے اسباب اختیاری ہیں، پہلی قسم میں تو محض دعا پر اکتفا کرنا چاہئے جیسے کوئی آفت سماوی ہے اس کے لئے دعا کرنا کافی ہے، اور جن کے اسباب اختیار میں ہیں ان کے اندر تدبیر کرو لیکن تدبیر کا مؤثر ہونا اختیار سے خارج ہے، اس لئے ان کے لئے دعا کرو، اور دعا سے اس تدبیر میں برکت ہو جائے گی۔

(خواص الخشیہ ملحقہ مواعظ اصلاح باطن، ص:۳۱۲)

باب ششم

خیر الاختبار فی خبر الاختیار

افادات

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ

جامع ومرتب

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری

بانی جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

حکیم الامّت اکیڈمی

تھانہ بھون ضلع شاملی، یوپی انڈیا

رسالہ خیر[1] الاختبار فی خبر الاختیار

احقر خیر محمد جالندھری جامع ملفوظ عرض رساں ہے کہ بہت دن سے میرا قلب غواشی میں مستور اور طرح طرح کی تشویشات میں معمور تھا، حق تعالیٰ کا کروڑ شکر ہے کہ ملفوظ مذکور کی بدولت قلب تمام غواشی سے صاف اور تمام تشویشات سے خالی ہوگیا اور ایک گونہ جمعیت حاصل ہوگئی، حق تعالیٰ سیدی حضرت[2] مولانا مدظلہم العالی کے فیوض و برکات کو علی الدوام جاری رکھے اور جملہ احباب کو استفادہ کی توفیق بخشے اور اتباع سنت اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔ آمین:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العظیم

مجلس بعد نمازِ عصر ۴؍رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۳۳ء یوم یکشنبہ

کیفیت مقصود نہیں

فرمایا ایک صاحب نے خط میں شکایت لکھی کہ جو جمعیت حضرت والا کی خدمت بابرکت سے لے کر آیا تھا وہ یہاں آکر رفتہ رفتہ رخصت ہوگئی، فرمایا: میں نے جواب میں لکھا کہ اگر یہ کیفیت رخصت ہوگئی تو ضرر کیا ہوا، کیونکہ کیفیت مقصود ہی نہیں۔

کیفیت کے پیچھے پڑنے کی مثال

حاضرینِ مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! ضرر تو ہوا ہے، فرمایا کیا ضرر ہوا؟ عرض کیا کہ ایک چیز نصیب ہوئی تھی وہ جاتی رہی۔

فرمایا: اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ چیز اس کے لئے نافع ہی تھی ممکن ہے کہ وہ مضر

---

[1] روعی فی التسمیۃ اسم الجامع ھو مولانا المولوی خیر محمد جالندھریؒ بانی خیر المدارس ملتان۔ متوفی شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ۔

[2] حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

ہوتی، حق تعالیٰ ہی مضر و مفید کو خوب جانتے ہیں اور اس کو بھی کہ بندہ کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے؟ لوگ کیفیت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور لذت کے طالب ہیں۔

اعمالِ صالحہ میں لذت وسہولت کی طلب میں نفس کا ایک مخفی کید

اگر یہ کہا جائے کہ مزہ سے اعمال میں سہولت پیدا ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ سہولت ہی کی کیوں طلب ہے؟ کیا انسان دنیا میں سہولتوں کے لئے بھیجا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا۔ اور یہ طالب ہے سہولت کا۔

الغرض اس غم میں نہ پڑنا چاہئے اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے کیونکہ اس غم میں پڑنا کہ وہ حالت نہیں رہی، یہ حالت نہیں، فلاں کیفیت جاتی رہی، قلب کا برباد کرنا ہے۔ آخر یہ توجہ مخلوق کی طرف نہیں تو اور کس کی طرف ہے؟ اس میں بھی تو عنوان اچھا اختیار کیا گیا ہے مگر ہے نفس کا کید، کہ لذت وسہولت کا طالب ہے پھر شرح پر زیادت چہ معنی۔

بزہد وورع کوشش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

احوال کی زیادت بھی بدعت ہے

معلوم بھی ہے جیسے عقائد و اعمال کی زیادت علی الحدود بدعت ہے ایسے ہی احوال کی زیادت بھی بدعت ہے، یہ ظاہری وہ باطنی، غیر اختیاری امور کا مطلوب نہ ہونا اور اختیاری کا مطلوب ہونا تو نص قطعی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولا تتمنوا ما فضل اللّٰہ بہٖ بعضکم علیٰ بعض للرجال نَصِیْبٌ مِمَّا اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن واسئلو اللّٰہ من فضلہ ط ان اللّٰہ کان بِکُلِّ شیٍٔ عَلِیْمًا۔

ترجمہ: اور تم ایسے امر کی تمنامت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے، مَردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

تفسیروں میں اس کی شانِ نزول یہی لکھی ہے کہ مجاہدین کے اجرِ جہاد کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر حضرت اُم سلمہ نے عرض کیا کہ کاش ہم بھی مرد ہوتیں تو جہاد کرتیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ما فضل اللّٰہ بہ چونکہ بمقابلہ اکتساب واقع ہوا ہے اس لئے اس سے مراد امور غیر اختیاریہ ہیں۔

فضائل کی دوقسمیں

آیت کا حاصل یہ ہوا کہ فضائل دوقسم کے ہیں موہوبہ یعنی غیر اختیاریہ، مکتسبہ یعنی اختیاریہ، حق تعالیٰ نے و لا تتمنوا ما فضل اللّٰہ بہ میں غیر اختیاری کی تمنا سے نہی فرمادی ہے اور للرجال نصیب مما اکتسبوا میں اختیاری کے اکتساب کی ترغیب دی ہے پھر واسئلوا اللّٰہ من فضلہ میں اس کی اجازت دی ہے کہ اگر فضائل غیر اختیاریہ کو دل ہی چاہے بجائے در پے ہونے اور ہوس کرنے کے اس کی دعا کرلیا کرو اس لئے ارشاد فرماتے ہیں۔

واسئلوا اللّٰہ من فضلہ یعنی ثمرات وفضائل کے لئے دعا کرنے کا اذن فرمایا ہے بشرطیکہ اور کوئی امر مانع دعا نہ ہو، مثلاً کسی امر کا غیر عادی ہونا جیسے عورت کا مرد بن جانا پھر دعا کر کے بھی حصول کا منتظر ہے کہ اگر جمعیت نصیب ہوئی ہو تو یہی فکر کر کے اپنے ہاتھ سے خود اس کو برباد کرنا ہے، ایسا کرنا بالکل اس شعر کا مصداق ہے۔

یکے بر سرِ شاخ وبن مے بُرید
خداوند بُستان نِگاہ کردودید

جس شاخ پر بیٹھا ہے اسی کو اپنے ہاتھ سے کاٹ رہا ہے اسی طرح یہ لوگ اپنے ہاتھوں قلب کو مشوش کر رہے ہیں، وجہ یہی ہے کہ غیر اختیاری چیزوں کے پیچھے پڑے ہیں۔

وساوس کی طرف التفات نہ کرنا وساوس کا سب سے بڑا علاج ہے

جمعیت نہ ہونے کے سبب نماز میں بھی لوگوں کو وساوس آتے ہیں اور اکثر ان کی شکایات کیا کرتے ہیں، اور دفع کی تدبیر پوچھا کرتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس طرف خیال ہی مت کرو، التفات ہی مت کرو، بلکہ ایسے موقع پر مفید صورت یہی ہے کہ اپنے کام میں لگے رہیں ان وساوس کی طرف التفات ہی نہ کریں، نہ جلباً نہ سلباً کیونکہ یہ التفات ایسا ہے جیسے بجلی کے تار کو ہاتھ لگانا کہ چاہے دفع کے واسطے ہو، چاہے اپنی طرف کھینچنے کے واسطے ہو، ہر صورت میں وہ پکڑ لیتا ہے۔

قلب تو مثل ایک سڑک کے ہے

اور میں کہتا ہوں کہ وساوس کی فکر ہی کیوں؟ قلب تو مثل ایک سڑک کے ہے اگر سڑک پر بھنگی چمار چل رہے ہیں اور آپ بھی اس پر سے گزر رہے ہیں تو آپ کا حرج ہی کیا ہے اگر سڑک کے خالی ہونے کے انتظار میں آپ کھڑے رہیں تو کبھی منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکیں گے۔ البتہ نظام دکن کے لئے تو سڑک بھی خالی ہو سکتی ہے مگر ہر شخص تو نظام نہیں، افسوس اب تو ہر شخص نظام بننا چاہتا ہے کہ جیسے ان کے لئے سڑک روک دی جاتی ہے ایسے ہی ہمارے لئے بھی سب گزرنے والوں سے سڑک خالی کر دی جائے، ارے بھائی! پہلے نظام کے درجے کے تو ہو جاؤ پھر ہی یہ تمنا کرنا، جو نظام کے درجہ کے ہو جاتے ہیں ان کے لئے سڑک بھی صاف کر دی جاتی ہے۔

صرف احضارِ قلب کافی ہے

لوگ وساوس کو حضورِ قلب میں مخل سمجھتے ہیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ خود حضورِ

قلب ہی مقصود نہیں صرف احضارِ قلب مقصود ہے، حضور ہو یا نہ ہو جب ہم اس کے شرعاً مکلّف ہی نہیں، نہ رہنا چاہئے، اس سے بھی پریشانی ہوتی ہے، بلکہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان اللّٰہ کان بِکُلِّ شیءٍ عَلِیْماً۔ پس اس میں تعلیم ہے کہ حق تعالیٰ ہی کو مصلحت اور حکمت معلوم ہے، وہ ہر ایک کی استعداد کے موافق فضائل وثمرات خود عطا فرماتے ہیں، کبھی دعا سے کبھی بدون دعا کے، تم ایسی غیر اختیاری چیزوں کی ہوس مت کرو، اور نہ ان کی افراط کے ساتھ تمنا کرو، اور آج کل اکثر لوگوں نے ایسی ہی چیزوں کی تمنا کو اختیار کر رکھا ہے جن کے حصول کے درپے ہونے سے منع کیا ہے، یہی سبب ہے زیادہ تر لوگوں کی ناکامی کا اور پریشانی کا۔

توبہ کامل کے بعد دو امر کی ضرورت

ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت! بلا قصد اگر پچھلے گناہ یاد آجائیں تو اُس وقت کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا کہ توبہ خالص وکامل کر چکنے کے بعد دو امر کی ضرورت ہے، ایک تو یہ کہ خود اُن گناہوں کا قصداً استحضار نہ کرے جو ماضی میں گزر چکے ہیں اور جن سے توبہ کر چکا ہے، دوسرے آئندہ کے نہ ہونے کی فکر میں نہ پڑے، ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر یہ دونوں حجاب ہیں، اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

ماضی و مستقبلت پردۂ خدا است

قصداً گناہوں کا استحضار نہ کرنا چاہئے

خلاصہ یہ کہ قصداً گناہوں کا استحضار نہ کرنا چاہئے، اس سے بندے اور خدا کے درمیان حجاب ہو جاتا ہے۔ البتہ جو گناہ بلا قصد یاد آجاوے اس پر مکرر استغفار کر کے پھر اپنے کام میں لگ جائے وہ کاوش نہ کرے البتہ اگر کسی کو استحضار سے بھی کیفیت حجاب کی نہ ہوتی ہو اس کے لئے مضر نہیں، لیکن پھر بھی ایسا مبالغہ اور غلو نہ کرے جیسے مولانا رائے پوری صاحب کے پہلے پیر شاہ عبد الرحیم صاحبؒ فرماتے تھے کہ رمی جمار کے موقع پر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لمبا سا جوتا لئے شیطان کو مار رہا ہے، اور کہہ رہا ہے

کہ تو نے فلاں دن مجھ سے زنا کرایا تھا، فلاں دن چوری کرائی تھی، فلاں فلاں دن فلاں گناہ کرائے تھے، شاہ صاحب نے ٹوکا کہ یہ کیا واہیات حرکت ہے، تو بہت خفاء ہوا اور کہا کہ اگر اس کا ساتھی ہو وہ بھی آجائے، شاہ صاحب نے کہا بھائی! میرا کیا بگڑتا ہے بلکہ میری طرف سے بھی دس جوتے لگادے مجھے بھی بہت پریشان کیا ہے، بعض جاہل ترک تو وہاں بجائے کنکریوں کے بندوق سے گولیاں مارا کرتے تھے، یہ سمجھتے ہوں گے کہ کنکریوں سے شیطان پر کیا اثر ہوگا، اس خبیث پر گولیاں برسانی چاہئیں، ایسی فضولیات اور خرافات میں پڑنا حقیقت میں اپنے وقت کو برباد کرنا ہے، حضرت رابعہ بصریؒ نے تو بلا ضرورت شیطان پر لعنت کرنے کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَكَ کا مفہوم

پھر ان ہی مولوی صاحب نے حدیث کی اس دعا کا مطلب دریافت کیا:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَكَ وذکرك واجعل همتی وهوای فیما تحب وترضی

فرمایا. اس کے تین معنیٰ ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بجائے وساوس کے خشیت و ذکر قلب میں پیدا ہو جائے، اور جعل ایسا ہوگا جیسا اس حدیث میں ہے مَنْ جَعَلَ الْھُمُوْم ھمًّا وَّاحِداً یعنی پہلی چیز زائل ہو جائے اور دوسری پیدا ہو جائے، دوسری یہ کہ وساوس ذریعہ خشیت ذکر کا بن جائیں، جیسا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا تھا کہ وساوس کو مرأۃ جمالِ خداوندی بنالے، اس طرح سے کہ جب وساوس بند نہ ہوں مراقبہ کرے کہ اللہ اکبر قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ اس کے خیالات کی انتہا ہی نہیں، پس اس صنعت کے مراقبے میں لگ جائے، تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ خود وساوس ہی کو خشیت و ذکر کردیں جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں ۔

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی
ایں چنیں میناگریہا کار تست ایں چنیں اکسیر ہاز اسرار تست

عارف اپنے آپ کو رائی کے برابر سمجھتا ہے

اسی دوران گفتگو میں کسی موقع پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عارف تو اپنے آپ کو رائی کے برابر سمجھتا ہے، فرمایا جی ہاں جو رائی (مُبصِرُ) ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو رائی کے برابر سمجھتا ہے۔

بلا قصد کسی حسین کے خیال آنے کا علاج

پھر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض مرتبہ کسی حسین کا خیال بلا قصد آتا ہے، اس کا کیا علاج ہے؟ فرمایا: بہ اختیار خود نہ لایئے اور اگر وہ خود آتا ہے تو آنے دیجئے ذرّہ برابر ضرر نہیں، مگر قصد سے اس کا ابقا نہ کرے بلکہ اس کشمکش ہی میں تو اجر بڑھتا ہے اور اگر دفع ہی کرنا چاہے تو ایک مراقبہ مفید ہوگا کہ کسی ایسے بنئے کا جو اندھا چوندھا بدشکل ہو جس کی ناک پچکی ہوئی، ہونٹ بڑے بڑے، توند بڑی سی نکلی ہوئی اور ناک سے رینٹ اور منہ سے رال بہہ رہی ہو، تصور کرے، انشاء اللہ تعالیٰ وہ خیال جاتا رہے گا، اور اگر نہ بھی گیا تو کمی تو ضرور ہو ہی جائے گی کیونکہ یہ عقلی مسئلہ ہے کہ:

النفس لا تتوجه الی شیئین فی آن واحد

نفس کو ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہو سکتی، لیجئے ہم نے کافر سے بھی دین کا کام لے لیا۔

وسوسہ کے وقت ہمت سے کام لے کر قلب کو دوسری طرف متوجہ کرنا چاہئے

تو جب وسوسہ آئے ہمت سے اپنے قلب کو بہ تکلف دوسری طرف متوجہ کر دے اور بالکل نکل جانا تو مطلوب بھی نہیں اگر آدمی بچنا چاہے اور ہمت وقوت سے کام لے تو خدا مدد کرتا ہے، رفتہ رفتہ بالکل بھی نکل جاتا ہے، اور اگر نہ بھی نکلے تو کلفت برداشت کرے، اگر خدانخواستہ کوئی مرض عمر بھر کو لگ جائے تو وہاں کیا کرو گے، عمر بھر

تکلیف کو طوعاً و کرہاً برداشت ہی کرنا پڑے گا، یہاں بھی یہی کرو، اور اگر اس پر راضی نہیں تو کوئی دوسرا خدا تلاش کرو، حضرت سرمد نے خوب فیصلہ فرمایا ہے، کہتے ہیں ؎

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد یک کار ازیں دو کارے باید کرد

یا تن برضائے دوست مے باید داد یا قطع نظر زیاری باید کرد

میں کسی کو سعی و کوشش سے اور اپنی اصلاح کی فکر سے منع نہیں کرتا ہاں غلو سے منع کرتا ہوں نہ تو خلوّ نہ غلوّ بلکہ علوّ۔

ہیبت اور خشیت سارے مزوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے

اور کسی کو ہوس ہوتی ہو کہ عارفین کو عبادات میں کیا کچھ لطف اور مزے آتے ہوں گے، چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جعلت قرة عينى فى الصلوٰة نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، تو خوب سمجھ لیجئے کہ جہاں ان کے لئے لذت اور مزہ ہے وہاں ایک شئے اور بھی تو ہوتی ہے جو سارے مزوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے، وہ ہیبت اور خشیت ہے کہ جس سے سارا مزہ گرد ہو جاتا ہے، خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں یہ حالت ہوتی تھی له ازيز كا زين المرجل یعنی نماز میں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے آپ کے سینہ مُبارک کی بوجہ غلبہ خوف و خشیت کے ایسی حالت ہوتی تھی کہ جیسے کوئی ہانڈی چولہے پر چڑھی ہوئی ہو اور اُس میں اُبال آرہا ہو، اور کھد بد کھد بد آواز ہو رہی ہو، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ نہیں فرمایا کرتے تھے اور دائم الفکر رہا کرتے تھے تو جناب آپ کو کیا خبر کہ جن کو آپ سمجھتے ہیں کہ بڑے مزے میں ہوں گے ان پر کیا کیا گزرتی رہتی ہے۔ اسی کو ایک عارف فرماتے ہیں ؎

اے ترا خارے بہ پا نشکستہ کے دانی کہ چیست

حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود تو ہیبت ہی کا القا کرنا ہے اور مزہ اس

واسطے دیدیتے ہیں کہ ہیبت وخشیت کا تحمل ہو سکے، اسی کو فرماتے ہیں۔

گر تو ہستی طالبِ حق مرد راہ
درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

اردو کا بھی ایک شعر اسی کو ظاہر کرتا ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

اصل مقصود خوف وخشیت ہی ہے

اس پر مجھے اپنے بچپن کی ایک حکایت یاد آئی، ایک مرتبہ مجھ کو خارش کا عارضہ ہو گیا تھا، والد صاحب اس زمانے میں میرٹھ میں ملازم تھے، اول یہاں وطن میں بہت علاج کیا۔ کوئی نفع نہ ہوا، خون میں اس قدر حدت پیدا ہو گئی تھی کہ بعض اطبا نے احتراق کا اندیشہ بتلا دیا تھا، چنانچہ میں علاج کے لئے والد صاحب کے پاس میرٹھ چلا گیا، والد صاحب پر بوجہ شفقت کے بیحد اثر ہوا، ایک جراح کو دکھلایا اس نے ایک نہایت تلخ دوائی دی جو دہی میں کھائی جاتی تھی، والد صاحب یہ کرتے کہ کچھ دہی پہلے ہاتھ پر رکھتے پھر اس پر دوا رکھتے اور پھر دہی رکھ کر مجھ کو کھلا دیتے، اس کے کھانے سے تمام حلق کڑوا ہو جاتا اور بہت دیر تک اس کی تلخی کا اثر رہتا، اب ظاہر ہے مقصود دہی کھلانا نہ تھا بلکہ اس تلخ دوا کا کھلانا تھا، اور دہی کے ساتھ اس لئے کھلاتے تھے کہ تلخی کی ناگواری کسی قدر کم ہو جائے اور وہ دوائی کھائی جا سکے، ورنہ اس میں اس قدر تلخی تھی کہ بلا دہی کے میں کھا ہی نہ سکتا لیکن باوجود اس کے بھی اس دوا ہی کی تلخی غالب رہتی تھی اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ لذت مقصود نہیں، مقصود خوف وخشیت ہی ہے۔ لیکن لذت اس لئے دیدی جاتی ہے کہ خشیت کی سہار ہو سکے، پھر بھی غلبہ خشیت ہی کا رہتا ہے، اور کیوں نہ ہو بندہ پیدا ہی اس واسطے ہوا ہے کہ وہ اس کشمکش میں رہے، ورنہ عالمِ ارواح ہی سے آنے کی کیا ضرورت تھی، اس امتحان ہی کے لئے تو یہاں بھیجے گئے ہیں اور یہی تو حکمت روح کو جسد

کے ساتھ متعلق کرنے میں ہے، جب تک جسد کے ساتھ روح کا تعلق ہے یہی کشاکش ہے، اس سے چھٹکارہ کی تمنا ہی کرنا فضول ہے، انسان اس کشمکش ہی کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے، ورنہ عبادت کے لئے فرشتے کیا کچھ کم تھے، شاہ نیاز اسی کو کہتے ہیں ؎

کہاں تھا کون تھا اور اب کہاں ہوں کیا ہوں میں
اس آب وگل کے جو دلدل میں آ پھنسا ہوں میں
تھے کہاں گردشِ تقدیر کہاں لائی ہے
باد پیمائی تھی یا باد یہ پیمایہ ہے

یہ بندہ ہے مگر خدا بن کر رہنا چاہتا ہے کہ میرا جی چاہے وہ ہو، بس حقیقت یہ ہے کہ لذت مقصود ہی نہیں۔

مقصود نصب و وصب ہے

مقصود نصب و وصب ہے اسی واسطے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس سے خالی نہ رہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار میں شدت ہوئی تا کہ ثواب مضاعف ہو، اگر یہ کوئی چیز مقصود نہ تھی تو انبیاء علیہم السلام بالخصوص ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کیوں بَری نہ رہے؟ مولانا فرماتے ہیں ؎

زاں بلایا کا نبیاء برد اشتند
سر بہ چرخِ ہفتمیں افر اشتند

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل

دیکھئے اشد بلاءً فرمایا اکثر راحۃً نہیں فرمایا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وساوس سے مأمون نہ تھے

اور وساوس کی طرف سے تو ہم کو بالکل مطمئن فرما دیا گیا ہے، حضرات صحابہ سے بڑھ کر تو ہم نہیں ہو سکتے، ان حضرات کو بھی ایسے ایسے وسوسے آتے تھے کہ جن کے

بارہ میں انہوں نے اس عنوان سے حضور میں عرض کیا کہ اُن کو ظاہر کرنے سے جل کر کوئلہ ہو جانا سہل ہے، تو دیکھئے اُن حضرات کو بھی کیسے کیسے خوفناک وسوسے آتے تھے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ذاك صريح الايمان ظاہر ہے کہ کفر کے وسوسہ سے بڑا وسوسہ تو کوئی نہیں ہو سکتا، اس کا بھی یہی حکم ہے، اور جب اس قسم کے وساوس کا قلب پر ہجوم ہو تو وہی نسخہ استعمال کرے کہ اپنے خیالات کو کسی دوسری طرف متوجہ کر دے خواہ کسی دنیا ہی کی چیز کی طرف مثلاً گاجر کا حلوہ، شلجم کا اچار، اور اسکے اوزان اور ترکیب میں قلب کو مشغول کر دے اس طرح قلب کو متوجہ کرنے میں چند روز تو تعب ہوگا، مگر پھر انشاء اللہ تعالیٰ بڑی سہولت سے وساوس کی مدافعت پر قدرت ہو جائے گی۔ آخر میں بطور تحدث بالنعمۃ کے فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو تو ہر الجھن میں سیدھا راستہ نظر آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ طریق کے سمجھنے میں اب کوئی پیچیدگی نہیں رہتی۔

(ماخوذ تربیت السالک: ج۲ص ۲۸۵ تا ۲۹۳ ، کمالات اشرفیہ: ص۴۰۷ تا ۴۱۵)

بابِ ہفتم

اشعار عارف باللہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ متعلق امور اختیاری وغیر اختیاری

عارف باللہ، امیر خسرو دربار اشرفی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب غوری قدس سرہٗ نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی تعلیمات کو دلچسپ منظوم اشعار میں پیش کیا ہے، یہاں امور اختیاری و غیر اختیاری سے متعلق اشعار پیش کئے جاتے ہیں:

وساوس کا آنا امرِ غیر اختیاری ہے

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں
عبث اپنے جی کو جلانا بُرا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے
وساوس کا لانا کہ آنا بُرا ہے

عبادت میں دل لگنا غیر اختیاری ہے

کام کر دل لگا کے پھر بھی اگر
نہ لگے دل تو کچھ بھی ملال نہ کر
حسبِ ارشاد حضرت مرشدؒ
فعل کر فکرِ انفعال نہ کر
دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں
اس فکر کے پاس بھی نہ جانا
دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر
تیرا تو فرض ہے دل لگانا
لگا رہے اسی میں جو ہے اختیاری
نہ پڑ امر غیر اختیاری کے پیچھے
عبادت کئے جا مزہ گو نہ آئے
نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے
ضربیں کسی کے نام کی دل پہ یونہی لگائے جا
گو نہ ملے جواب کچھ در یونہی کھٹکھٹائے جا
کھولیں یا وہ نہ کھولیں در اس پہ کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

بُرائی سے بچنا اختیاری ہے

جبل گرد اے دل جبلی نہ گرد
یہ مانا درست اب جبلّت نہ ہوگی
مگر فعل بد سے تو بچنا ہے ممکن
تری طبع بد پر عقوبت نہ ہوگی
یہ کیا زاہد خشک تو چاہتا ہے
کہ ہر شئی کا دل سے خلو چاہتا ہے
عبث ہے عبث سعی ترکِ تمنا
کہ دل فطرۃً آرزو چاہتا ہے

غیر اختیاری کاموں کے پیچھے نہ پڑو

رہنا نہ چاہئے تو اگر مفت کے انتشار میں
پیشِ نظر یہ گر رہے دیکھ تلاش یار میں
اپنے جو بس کی بات ہو رہ بس اسی میں منہمک
پیچھے نہ اس کے پڑ کبھی جو ہو نہ اختیار میں